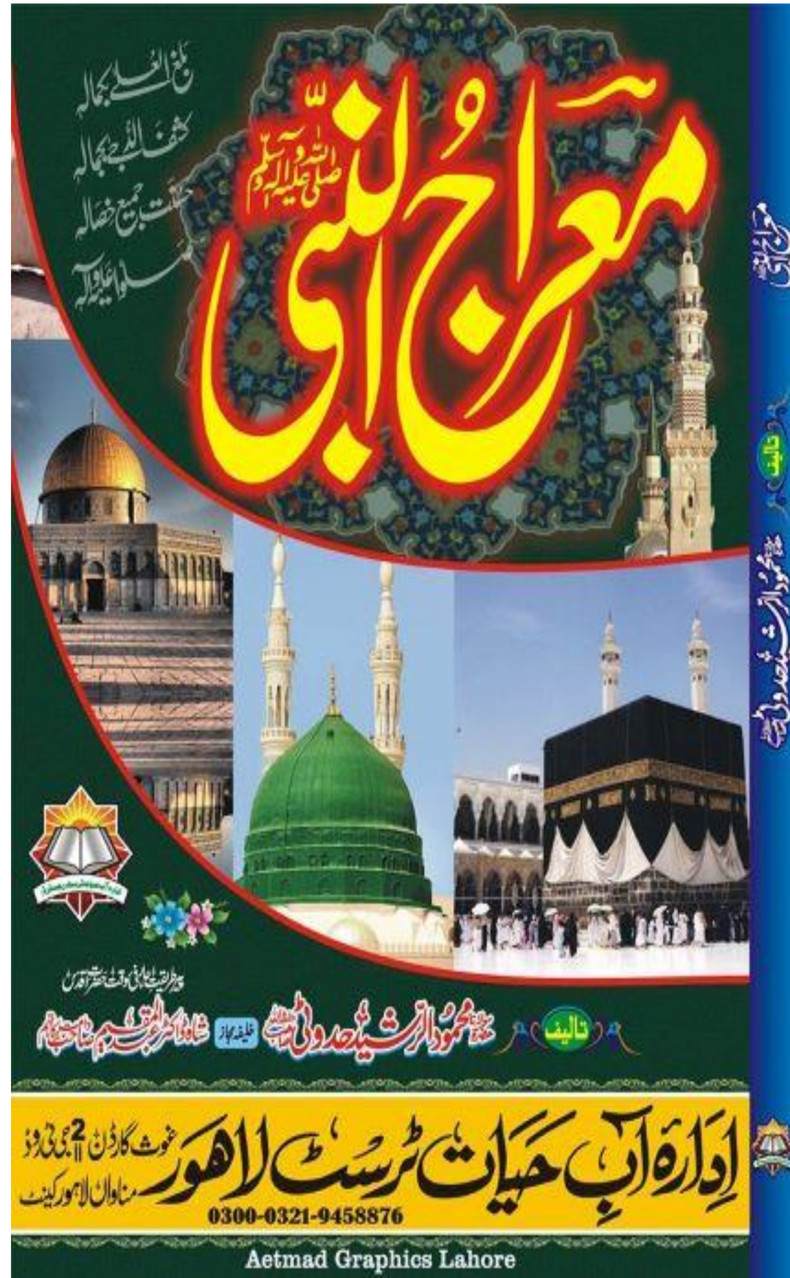

معراج النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ
تالیف
محمود الرشید حدوٹی
اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور
0300-0321-9458876
Aetmad Graphics Lahore

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے خاص بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

معراج النبی ﷺ

تالیف

مولانا محمود الرشید حدوٹی

ایک ایسی کتاب جس میں قرآن وسنت اور اکابرین امت کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں واقعہ معراج النبی ﷺ بیان کیا گیا ہے، مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ، مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان، ساتویں آسمان سے عرش بریں تک کے سفر معراج کی دلچسپ داستان قلم بند کی گئی ہے، مضمون کا ایک ایک حرف پڑھنے اور دل میں جگہ دینے سے تعلق رکھتا ہے۔

ناشر

ادارہ آب حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

جامعہ رشیدیہ، غوث گارڈن ۲، جی ٹی روڈ، مناواں لاہور کینٹ

ضابطہ

نام کتاب	معراج النبی ﷺ
مؤلف	مولانا محمود الرشید حدوٹی
طابع	ڈاکٹر طاہر مسعود
مطبع	عبد اللہ پریس لاہور
سرورق	ابو حنظلہ عبد لرؤف فاروقی
کمپوزنگ	فاروق اعظم
تاریخ اشاعت	فروری ۲۰۱۸ء
ناشر	ادارہ آب حیات ٹرسٹ
تعداد	۱۰۰۰

ملنے کے پتے

ادارہ آب حیات ٹرسٹ، جامعہ رشیدیہ غوث گارڈن ۲ مناواں لاہور
جامعہ دارالقرآن، علیوٹ، مری
جامعہ ابوہریرہ چنوں موم سیالکوٹ
مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور

☆☆☆☆☆☆

خصوصی کاوش برائے اشاعت

جناب کرنل اشتیاق حنیف وائیں صاحب

☆☆☆☆☆☆☆

فہرست مضامین

☆☆☆☆

اپنی بات

بندہ عاجز و فقیر نے سوال وجواب کی صورت میں قرآن کریم کی تفسیر تحریر کی ہے، سورۃ الاسراء کی پہلی آیت کی تفسیر کے دوران معراج النبی ﷺ کا مضمون کافی طویل ہو گیا، جس میں قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کی روشنی میں معراج النبی ﷺ کے واقعات بیان کیے، جوں جوں اس موضوع پر مواد دستیاب ہوتا گیا توں توں یہ مضمون دلچسپ سے دلچسپ ترین بنتا چلا گیا۔

اسی دوران دل میں خیال بیٹھ گیا تھا کہ اسے الگ کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا جائے تو امت مسلمہ کے شائقین کو بہت ہی زیادہ فائدہ ہو گا، چنانچہ اب دوبارہ میں نے اس موضوع کو از اول تا آخر دیکھا ہے، اس میں نئے اضافہ جات کیے ہیں، کئی چیزیں حذف کی ہیں، کہیں احادیث کا اضافہ کیا ہے، اسی طرح مفسرین کرام، محدثین عظام اور امت مسلمہ کے مقتدر طبقات کے ارشادات سے اس کتاب کو نئے سرے سے مرتب اور مزین کرنا پڑا، جس سے کتاب کی اہمیت اور افادیت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اگر اس کتاب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور دل کے کانوں سے سنا جائے گا تو بہت ہی خوشگوار اثرات مرتب کرے گی۔

اہل علم سے استدعا ہے کہ اس کتاب میں خامیوں سے صرف نظر کرنے کی بجائے ہمیں آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کو دور کیا جائے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب میں کسی بھی شکل میں تعاون کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، خصوصاً جناب محترم سعید احمد صاحب (المنان فاؤنڈیشن اسکول) جناب کرنل اشتیاق حنیف وائیں صاحب اور دیگر احباب، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں اپنی شایان شان نوازے۔ آمین، (محمود الرشید حدوٹی، ۳۱ جنوری ۲۰۱۸ء)

معـــراج النبی ﷺ

اللہ تعـالیٰ جل شانہ نے معـــراج کے بارے میں سورۃ الاســـراء کی پہلی آیت میں ذکر فرمایاہے، ارشاد ربانی ہے

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۱)(الاسراء)

پاک ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تا کہ اسے ہم اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھائیں۔ بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اسراء کا معنیٰ اور مفہوم

اسراء کا معنی رات کو لے جانا، رات کو چلنا ہے، لیکن یہاں اس کا معنیٰ صرف جانا اور چلنا ہے کیونکہ رات بعـد میں صراحۃً مذکور ہے لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ لیلاً سے یہ بتلانا مقصود ہو کہ رات کے ایک تھوڑے سے حصہ میں اتنا بڑا سفر کرا دیا گیا، کیونکہ رات کے کچھ حصہ میں مکہ سے بیت المقدس تک چالیس رات کا لمبا سفر طے ہو گیا۔

مؤرخ اسلام علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ اسراء کے معنیٰ رات کو چلانے یا لے جـانے کے ہیں، چونکہ آنحضرت ﷺ کا یہ حیرت انگیز معجزانہ سفر رات کو ہوا تھا، اس لیے اس کو اسراء کہتے ہیں، اور قرآن مجید نے اسی لفظ سے اس کو تعبیر کیا ہے، سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا (پاک ہے وہ خدا جو رات کے وقت اپنے بندے کو لے گیا)

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ

اصطلاح علماء میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کو معراج کہتے ہیں، اور بسا اوقات اول سے آخر تک کی پوری سیر کو اسراء و معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ (سیرت مصطفیٰ ﷺ ۱/۳۲۵)

معراج کا معنیٰ اور مفہوم

معراج مفعال کے وزن پر اسم آلہ ہے، اس کا لغوی معنیٰ سیڑھی ہے، چونکہ معراج عروج سے ہے، عروج کا معنیٰ ہے چڑھنا، اوپر کی جانب چڑھنے کو عروج کہا جاتا ہے، مولانا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ معراج کو معراج اس لیے کہتے ہیں کہ معراج کے معنیٰ سیڑھی کے ہیں، مسجد اقصیٰ سے بر آمد ہونے کے بعد حضور ﷺ کے لیے جنت سے ایک سیڑھی لائی گئی جس کے ذریعہ حضور ﷺ آسمان پر چڑھے۔ (سیرت مصطفے ﷺ)

حافظ ابو بکر بیہقیؒ کی کتاب دلائل النبوۃ میں اس سیڑھی کا ذکر ہے، جس پر آپ ﷺ بیت المقدس سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے، آپ ﷺ اپنی معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ثُمَّ أُتِيتُ بِالْمِعْرَاجِ الَّذِي تَعْرُجُ عَلَيْهِ أَرْوَاحُ بَنِي آدَمَ، فَلَمْ يَرَ الْخَلَائِقُ أَحْسَنَ مِنَ الْمِعْرَاجِ، أَمَا رَأَيْتَ الْمَيِّتَ حِينَ يَشُقُّ بَصَرَهُ طَامِحًا إِلَى السَّمَاءِ، فَإِنَّمَا يَشُقُّ بَصَرَهُ طَامِحًا إِلَى السَّمَاءِ عَجَبُهُ بِالْمِعْرَاجِ (دلائل النبوۃ)

پھر میرے پاس سیڑھی لائی گئی، جس پر اولاد آدم کی روحیں چڑھتی ہیں، مخلوق نے معراج (سیڑھی) سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں یہ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ۔

فضائل القدس میں علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ

فَوُضِعَ لَهُ مِرقَاةٌ مِّن ذَهَبٍ، وَمِرقَاةٌ مِّن فِضَّةٍ، وَهُوَ المِعرَاجُ

آپ ﷺ جب بیت المقدس میں نماز کی امامت سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کے لیے سونے کی ایک سیڑھی رکھی گئی اور ایک چاندی کی سیڑھی رکھی گئی اسی کو معراج کہتے ہیں۔ (فضائل القدس، علامہ ابن جوزی)

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو صخرہ بیت المقدس کے دائیں جانب سے آسمان کی طرف لے جایا گیا، بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے احوال پر تفصیلی حالات پر مبنی کتاب الانس الجلیل میں نقل کیا گیا ہے کہ

وَلم يخْتَلِف اِثْنَان اَنَّهُ عُرِجَ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَن يَّمِينِ الصَّخْرَة

دو لوگوں کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو صخرہ بیت المقدس کی دائیں جانب سے آسمان کی طرف اٹھایا گیا تھا۔(الانس الجلیل)

المسجد الحرام

مسجد حرام کعبہ کی مسجد کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد یا تو مسجد ہے اور یا حرم ہے۔ پہلی بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں مسجد حرام میں حجر میں تھا کہ جبریل میرے پاس براق لائے۔(تفسیرات احمدیہ ملاجیون)

دوسری کی تائید میں یہ روایت ہے کہ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عشاء کے بعد ام ہانی کے گھر میں سو رہے تھے کہ آپ کو وہاں سے بیت المقدس اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کرادی گئی۔

مسجد اقصیٰ

مسجد اقصی سے مراد بیت المقدس ہے۔ اسے مسجد اقصی اس لیے کہتے ہیں کہ اس وقت اس سے پرے کوئی مسجد نہ تھی۔

"اعلام الساجد باحکام المساجد" کے مؤلف نے کھوج اور جستجو کے ساتھ سترہ نام اپنی کتاب میں جمع کیے ہیں، مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس لوگوں کی زبانوں پر موجود ہیں، مسجد اقصیٰ کا معنیٰ ہے جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے ان تمام مساجد میں سب سے دور، بعض حضرات یوں کہتے ہیں کہ اس مسجد سے آگے کوئی عبادت کی جگہ نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ جگہ گندگیوں، خباثتوں اور پلیدیوں سے بہت زیادہ دور ہونے کی وجہ سے اقصیٰ نام رکھتی ہے۔(بیت المقدس از راقم الحروف محمود الرشید حدوٹی)

مسجد اقصیٰ کے ارد گرد برکات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ

الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَه ' کا مطلب یہ ہے کہ بیت المقدس کا ارد گرد ظاہری و باطنی برکات سے مالامال ہے، کیونکہ یہ

① ۔ یہ مہبط وحی رہا ہے یعنی یہاں اللہ تعالیٰ کی وحی آتی رہی ہے۔

② ۔ موسیٰ کے زمانہ سے لے کر عیسیٰ تک انبیاء کی عبادت گاہ رہا ہے۔

③ ۔ اس کے ارد گرد نہریں بہتی ہیں۔

④ ۔ پھل دار درختوں کی کثرت ہے۔ وغیرہ۔ (تفسیرات احمدیہ، ملاجیون)

لِنُرِيَه ' میں لام تعلیل جو کہ اسراء کی علت بیان کرنے کے لیے ہے، یعنی نبی ﷺ کو اس لیے یہ سفر کرایا گیا تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھلائیں۔ مثلاً:

① رات کے نہایت قلیل وقت میں بہت بڑا سفر کرا دینا۔

② ۔ بیت المقدس کی زیارت۔ ③ ۔ انبیاء کا متمثل ہونا اور آپ کو نظر آنا۔

④ ۔ آپ ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کے مقامات پر ٹھہرنا اور ان سے مطلع ہونا۔

آیت میں ایک سے زائد التفاتات واضح نظر آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) کو مسجد حرام سے صرف بیت المقدس تک لے جایا گیا۔ اسی لیے اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ بیت المقدس تک معراج قطعی ہے۔ کتاب اللہ سے ثابت ہے اور آسمان دنیا تک مشہور احادیث سے ثابت ہے اور اس سے اوپر ساتوں آسمانوں، جنت، دوزخ وغیرہ تک احادیث احاد سے ثابت ہے۔ پہلی کا منکر یقیناً کافر ہے۔ دوسری کا انکار کرنے والا بدعتی ہے اور گمراہ ہے اور تیسری کا منکر فاسق ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ملاجیون)

ہمارے نزدیک یہ بات قابل اشکال ہے کیونکہ بیت المقدس سے اوپر بھی معراج کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ نجم میں فرماتے ہیں:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ﴿٩﴾ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ﴿١١﴾ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ﴿١٥﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ﴿١٨﴾

اسے بڑے طاقت ور اور زبردست قوتوں والے نے سکھایا، پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا اور وہ آسمان کے اونچے کناروں پر تھا، پھر نزدیک ہو کر نیچے آ گیا، یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے بھی کم کا فرق رہ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر جو وحی کی سو کی، جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا، اب کیا تم اس سے اس پر جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا، اس نے اسے ایک دفعہ اور بھی اترتے ہوئے دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت الماویٰ ہے، جبکہ اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی، بیشک اس نے اپنے پروردگار کے بڑے نمونوں میں سے کچھ نمونے دیکھے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی شَدِيْدُ الْقُوٰى سے دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر تھے۔ خواہ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے مراد جبریل ہوں یا اللہ تعالیٰ ہوں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایک دفعہ اور بھی آپ نے اسے جنت اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور اپنے پروردگار کی قدرت کے نمونوں میں سے بڑے بڑے نمونے دیکھے، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ساتوں آسمان سے اوپر ہوا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے مراد جبریل ہوں، اس صورت میں آیت یہ بتلاتی ہے کہ نبی ﷺ نے جبریل کو دو مرتبہ ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ آسمان پر دیکھا، اس صورت میں آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ حسین و جمیل اور طاقتور جبریل نے

محمد ﷺ کو تعلیم دی، جبریل اپنی اصلی صورت میں آسمان کے بلند کنارہ پر ظاہر ہوئے تو نبی انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

یہ دیکھ کر جبریل نبی ﷺ کے قریب ہو گئے۔ نبی سے بات کرنے کے لیے اوپر سے نیچے آ گئے۔ اپنی اصلی صورت کو چھوڑ کر انسانی صورت اختیار کر لی اور نبی کے پاس آ کر بیٹھ گئے، حتیٰ کہ دونوں کے درمیان دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

پھر جبریل نے اللہ تعالیٰ کے بندے محمد ﷺ کو پیغام پہنچایا جو پہنچا دیا۔ محمد ﷺ کے قلب مبارک نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا یعنی جبریل کو اصلی شکل میں دیکھ کر یہ نہیں کہا کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا۔

اے منکرین! کیا تم محمد (ﷺ) کے ساتھ ان کی دیکھی ہوئی چیز پر جھگڑتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ وہ جھوٹے ہیں۔ بیشک اس نے ایک دفعہ اور بھی جبریل کو فرشتوں کی صورت میں دیکھا۔ یہ واقعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج کی رات کو پیش آیا۔

سدرۃ المنتہیٰ

سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان سے اوپر ایک بیری کا درخت ہے، جو مخلوقات کے علم کی انتہا ہے اور اسی کے پاس وہ جنت ہے جس کا متقین کو وعدہ دیا گیا ہے۔ جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو فرشتے اور ارواح گھیرے میں لے کر ڈھانپے ہوئے تھے، اس وقت محمد ﷺ کی نگاہ مبارک نہ تو دائیں بائیں متوجہ ہوئی اور نہ ہی ادھر ادھر ہوئی بلکہ اپنی جگہ مستقر رہی، اس رات محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کے عجائبات میں سے عرش، کرسی اور دیگر کئی عجائبات ملاحظہ فرمائے۔ (تفسیرات احمدیہ ملاجیون)

اور دوسرا معنیٰ جو مذکورہ معنیٰ سے زیادہ بہتر ہے یہ ہے کہ شَدِیْدُ الْقُوٰی سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اس صورت میں ذُوْ مِرَّۃٍ، ید اللہ اور وجہ اللہ کی طرح متشابہات میں سے ہے اور فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے نہایت قریب ہوگئے۔ کیونکہ عربوں کے ہاں رواج تھا کہ جب دو دوستوں میں دوستی کا رشتہ مضبوط ہو جاتا تو وہ دونوں اپنی کمانیں جوڑ لیتے اور دونوں کمانوں سے بیک وقت ایک ایک تیر پھینکتے، اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ایک کا دوست دوسرے کا دوست ہے اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن ہے، گویا مقبولِ رسول مقبولِ الٰہی اور مغضوبِ رسول مغضوب الٰہی ہے۔ (تفسیرات احمدیہ)

اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو احکام دیے جو دیئے، لیکن وہ احکام اور وہ وحی کیا ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو کچھ وحی کیا گیا ہے اسے صیغہ راز میں رکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد! ایک میں ہوں اور ایک تم ہو اور باقی تمام کائنات میں نے تمہاری خاطر پیدا کی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا اے اللہ! ایک میں ہوں اور ایک تو ہے اور باقی ساری کائنات میں نے تیری خاطر ترک کر دی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس معاملہ میں سکوت اختیار کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج دل سے ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا۔ کیونکہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے دل نے جو ذات باری تعالیٰ کو دیکھا تو جھوٹ نہیں دیکھا۔

آپ ﷺ نے ایک دفعہ اور بھی ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا جب آپ سدرۃ المنتہٰی کے پاس تھے۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے شب معراج میں دوبار دل سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

جبکہ سدرۃ المنتہٰی کو کبریائی باری تعالیٰ اور اس کی عظمت ڈھانپے ہوئے تھی، اس وقت حضرت محمد ﷺ کی نگاہ پاک نے ذات باری تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف ذرہ بھی

التفات نہیں کیا۔ آپ نے جنت، عرش، کرسی اور اپنے پروردگار کے دیگر کئی ایک عجائبات ملاحظہ کیے۔

آیت اپنے دونوں معنوں کے لحاظ سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ ساتوں آسمانوں اور اس کے اوپر معراج برحق ہے۔ نیز یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ معراج آسمانی قرآن سے ثابت نہیں تو یہ عقیدہ باطل ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ملاجیون)

اور اگر یہ کہا جائے کہ جو آیت بیت المقدس تک معراج پر دلالت کرتی ہے وہ محکم اور قطعی ہے اور سورۃ نجم والی آیت کئی معانی کا احتمال رکھتی ہے تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ سورۃ نجم والی آیت بھی ثبوت معراج میں قطعی الدلالت ہے اگرچہ فی ذَاتِها وہ دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔

ہاں دوسری آیت کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی نے ذات باری تعالیٰ یا جبریل کو سدرۃ المنتہی کے پاس زمین پر سے اپنی جگہ رہتے ہوئے دیکھا۔ اس کے برعکس پہلی آیت میں لفظ اسراء موجود ہے۔ (تفسیرات احمدیہ)

سورۃ نجم والی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا جسم مبارک آسمانوں پر گیا۔ لیکن پہلی آیت میں لفظ عبد مذکور ہے جو جسم وروح کے مجموعہ کا نام ہے۔

شب معراج کون سی ہے؟

معراج کی رات میں اختلاف ہے کون سی رات ہے اور اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں۔ ①۔ یہ رات ربیع الاول میں ہے۔ ②۔ یہ رات ربیع الآخر میں ہے۔ ③۔ رمضان میں ہے۔ ④۔ شوال میں ہے۔

صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ رجب کی رات کو نبوت کے بارہویں سال ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ (تفسیرات احمدیہ)

ابن قتیبہ دینوریؒ، علامہ ابن عبد البرؒ اور متاخرین میں امام رافعیؒ اور امام نوویؒ نے بھی روضہ میں رجب میں معراج ہونے کو درست تسلیم کیا ہے، محدث علامہ عبد الغنی مقدسیؒ نے بھی رجب کو اختیار کیا ہے، اور ۲۷ رجب کی تصریح بھی کی ہے، علامہ زرقانیؒ نے فرمایا کہ لوگوں کا اسی پر عمل بھی ہے، اسی کو قوی ترین قول کہا گیا ہے۔

یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ اس وقت: ① آپ سو رہے تھے۔ ② آپ جاگ رہے تھے۔ ③ یہ واقعہ خواب کا ہے۔ ④ معراج صرف روحانی ہے۔

صحیح یہ ہے کہ حالت بیداری میں جسم وروح سمیت آپ نے ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ جنت کی سیر کی، دوزخ کو دیکھا عرش وکرسی اور دیگر عجائبات کو ملاحظہ فرمایا۔

معراج کب ہوئی؟

معراج کب ہوئی؟ اس سلسلہ میں بھی اہل تاریخ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، ابو ربیع بن سالم کہتے ہیں کہ ہجرت سے چھ مہینے پہلے معراج ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے آٹھ ماہ پہلے ہوئی، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ ہجرت سے گیارہ ماہ پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال تین ماہ پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال چھ ماہ پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے ابن حجر عسقلانیؒ کی شرح فتح الباری سے یہ تمام اقوال نقل فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ

راجح قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی، جیسا کہ اول کے آٹھ قول اس پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بعد معراج ہوئی، غرضیکہ کثرت اسی جانب ہے، نیز یہ امر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت خدیجہ شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں، شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال ہوا، اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء شعب ابی طالب سے ۱۰ نبوی میں باہر نکلے، لہذا ان تمام مقدمات سے نتیجہ یہی نکلا کہ معراج ۱۰ نبوی کے بعد ۱۱ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی۔ (سیرت مصطفے ﷺ ۱/ ۳۲۴)

واقعہ معراج

جب اسلام کی سخت اور پر خطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا اور ہجرت کے بعد سے اطمینان وسکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شب مبارک آئی اور اس شب مبارک میں وہ ساعت ہمایوں آئی جو دیوانِ قضا میں سرور عالم ﷺ کی سیر ملکوت کے لیے مقرر تھی اور جس میں پیش گاہ ربانی سے احکام خاص کا اجراء اور نفاذ عمل میں آنے والا تھا، رضوان جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب نئے ساز وبرگ سے آراستہ کیا جائے کہ شاہد عالم آج یہاں مہمان بن کر آئے گا، روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے اور جو خطۂ لاہوت کے مسافروں کے لیے مخصوص ہے، حرمِ ابراہیم کعبہ میں لے کر حاضر ہو، کارکنانِ عناصر کو حکم ہوا کہ مملکت آب وخاک کے تمام مادی احکام وقوانین تھوڑی دیر کے لیے معطل کر دیے جائیں اور زمان ومکان، سفر واقامت، رویت وسماعت، تخاطب وکلام کی تمام طبعی پابندیاں اٹھا دی جائیں۔ (سیرت النبی ﷺ ۳/ ۲۲۲، مکتبہ مدنیہ لاہور)

حضرت رسول کریم ﷺ ام ہانی کے گھر آرام فرمارہے تھے، ام ہانی ابو طالب کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی بہن تھیں، ان کا اصل نام فاختہ تھا، اتوار کی رات تھی، ستائیس رجب کی تاریخ تھی، نبی کریم ﷺ عشاء کے وقت جو دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو گئے، ابھی تھوڑی تھوڑی آنکھ لگ رہی تھی کہ اچانک چھت پھٹی اور اس چھت سے فرشتوں کے سردار حضرت جبریل امین اترے، ان کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل علیہ السلام تھے، ان کے علاوہ ان کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے تھے، جبریل امین نے اپنے پر سے حضرت نبی کریم ﷺ کو جگایا، پھر آپ ﷺ کو مسجد الحرام کی طرف لے گئے، حطیم میں پہنچ کر نبی کریم ﷺ لیٹ گئے، لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی، پھر جبریل اور میکائیل نے آپ ﷺ کو جگایا۔

پھر نبی کریم ﷺ کو زمزم کے چشمہ کی طرف لے گئے، یہاں جبریل نے آپ ﷺ کو لٹا کر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا، آپ ﷺ کا دل مبارک نکال کر اسے زمزم کے پانی سے تین بار دھویا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا، یہ طشت ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا، اس ایمان و حکمت کو آپ ﷺ کے دل مبارک میں رکھ کر آپ ﷺ کے سینے کو پہلے کی طرح کر دیا گیا، آپ ﷺ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی۔

علامہ جامی نے اس منظر کو اشعار میں یوں قلم بند کیا ہے

درین شب آن چراغ چشم بینش... سزای آفرین از آفرینش

چو دولت شد ز بد خواہان نہانی... سوی دولت سرای ام ہانی

بہ پہلو تکیہ بر مہد زمین کرد... زمین را مہد جان نازنین کرد

دلش بیدار چشمش در شکر خواب... ندیدہ چشم بخت این خواب در خواب

در آمد نا گہان ناموس اکبر... سبک رو تر از ین طاؤس اخضر

بروما لید پر کای خواجہ برخیز... کہ امشب خوابت آمد دولت انگیز

برون بریکزمان زین خوابکہ رخت... تو بخت عالمی بیخواب بہ بخت

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں جبریل کی طرف اٹھا، میں نے ان سے کہا کہ میرے بھائی جبریل، آپ کو کیا ہوا؟

جبریل امین نے کہا، اے محمد! میرے رب نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے، مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس آج کی رات آؤں، اور ایسی بزرگی لاؤں کہ آپ ﷺ سے پہلے اس قدر شرافت وبزرگی کا اظہار کسی کے لیے نہیں کیا گیا، اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جائے گا،(دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ آسمانوں سے آنے والا یہ پروٹوکول اس سے پہلے بھی کسی کے لیے نہ تھا اور آپ ﷺ کے بعد بھی کسی کے لیے نہیں ہوگا) کیا آپ چاہتے ہیں کہ آج کی رات اپنے رب سے بات کریں اور اس کی طرف دیکھیں؟ آج کی رات آپ ﷺ کو آپ کے رب کے عجائبات دکھائے جائیں گے اور اس کی قدرت اور عظمت دکھائی جائے گی۔(روح البیان)

تفسیر روح البیان کے مطابق نبی کریم ﷺ نے شق صدر سے پہلے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد جبریل نے آپ ﷺ کے سینے کے اوپر سے لے کر پیٹ کے نیچے تک سینہ مبارک چاک کیا، یہ شق صدر کسی آلہ کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ صرف جبریل امین کے اشارے کے ساتھ سینہ کھلتا جاتا تھا، اس شق صدر سے آپ ﷺ کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت نہیں ہوئی، نہ ہی خون نکلا، یہ خرق عادت معجزہ تھا۔

سبک رفتار براق

اس عمل سے فارغ ہونے کے بعد ایک براق لایا گیا، براق جنت سے آنے والے ایک جانور کا نام ہے، یہ خچر سے قدرے چھوٹا اور گدھے سے کچھ بڑا تھا، اس کی رنگت

سفید تھی، اس براق کے رخسار انسانی رخسار جیسے تھے، اس کے پائے اونٹ کے پائے جیسے تھے، اس کی گردن گھوڑے کی گردن جیسی تھی، اس کے اوپر زین سفید موتیوں کی تھی، اس کے رکاب سبز زبرجد کے تھے، اس کی لگام سرخ یاقوت کی تھی، جس سے روشنی چمک رہی تھی، اس میں مذکر اور مؤنث کی کوئی نشانی نہیں تھی، نبی کریم ﷺ نے اس براق کی تعریف میں فرمایا کہ میں نے اس جیسا خوبصورت جانور نہیں دیکھا، میں اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس پر سوار ہونے کا شوق رکھتا تھا، میں نے اس کے بارے میں جبریل سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ براق ہے، آپ اس پر تشریف رکھیے تاکہ اپنے رب کی دعوت پر حاضر ہو سکیں، اس کی رفتار بہت ہی تیز تھی، اہل سیرت لکھتے ہیں کہ اس براق کا ایک قدم وہاں وہاں پڑتا تھا جہاں جہاں نگاہ پڑتی تھی۔

جبریل نے براق کی لگام تھامی، میکائیل نے اس کی رکاب تھامی، اسرافیل نے اس براق کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھا، حضرت نبی کریم ﷺ اس پر سوار ہوئے تو براق حرکت کرنے لگا، جبریل امین علیہ السلام نے اس حرکت پر براق کو کہا کہ کیا تجھے حیاء نہیں آتی، براق سے جبریل نے کہا کہ اے براق! تیری پیٹھ پر آج نبی کریم ﷺ سوار ہیں، آج تک تیری پیٹھ پر نبی کریم ﷺ سے زیادہ عزت، شرافت، عظمت اور بزرگی والا کوئی شخص سوار نہیں ہوا۔

شرم کے مارے براق کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا، اس کے بعد حضرت نبی اکرم ﷺ کو لے کر روانہ ہو گیا، اس سفر میں دونوں عزت دار فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ساتھ تھے۔

ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ براق پر آگے تشریف فرما تھے اور جبریل امین آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، مگر تفسیر روح البیان کے مطابق فرشتے براق

پر سوار نہیں ہوئے، کیونکہ آج آپ ﷺ کو ہی یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ ﷺ اس براق کے اکیلے سوار تھے۔

براق مدینہ پر

آپ ﷺ دوران سفر ایسی زمین کے اوپر سے گزرتے گئے جہاں کھجوروں کے بہت زیادہ درخت تھے، ایک موقع پر جبریل نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہاں اتر کر نماز (نفل) ادا کرلیں، نبی کریم ﷺ نے وہاں اتر کر نماز ادا کی، اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یہ جگہ مدینہ شریف تھی۔

براق وادی سینا پر

اس کے بعد آپ ﷺ پھر براق پر سوار ہوئے، راستے میں ایک اور جگہ ایسی آئی جہاں پھر جبریل نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہاں بھی اتر کر نماز (نفل) ادا کیجیے، یہ وادی سینا تھی، جہاں شجرہ موسیٰ کے پاس آپ ﷺ نے اتر کر (نفل) نماز ادا کی، یہ وہ مقام تھا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سردی کے موسم میں آگ لینے گئے تھے کہ اللہ نے انہیں جوتے اتارنے کا حکم دیا تھا، یہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔

براق سرزمین مدین پر

اس کے بعد جب براق مدین کی سرزمین سے گزرا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ یہاں بھی اتر کر (نفل) نماز ادا کیجیے، چنانچہ آپ ﷺ نے مدین میں براق سے اتر کر (نفل) نماز پڑھی، مدین وہ جگہ ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہائش پذیر تھے۔

براق بیت اللحم پر

پھر آپ ﷺ براق پر سوار ہوئے، براق چل پڑا، پھر براق بیت اللحم سے گزرا، بیت اللحم وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، یہاں پہنچ کر جبریل امین نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہاں بھی اتر کر (نفل) نماز پڑھیے، چنانچہ آپ ﷺ نے یہاں بھی اتر کر (نفل) نماز پڑھی۔ (نسائی، بیہقی، بزار، طبرانی، خصائص الکبریٰ)

براق صحن بیت المقدس میں

آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور براق کو اُس قلابہ میں باندھ کر جس میں سابقہ انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے، آپ ﷺ نے مسجد الاقصیٰ کے اندر قدم رکھا اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ (خصائص الکبریٰ للسیوطی ا / ۲۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے براق کو اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ (مسلم)

ایک روایت کے مطابق حضرت جبریل نے اپنی انگلی سے ایک پتھر میں سوراخ کیا، اس کے ساتھ براق کو باندھا، شیخ الحدثین حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ روایت اپنی کتاب سیرت مصطفےٰ ﷺ میں نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ براق کے باندھنے میں دونوں حضرات شریک ہوں، ممکن ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے وہ سوراخ بند ہو گیا ہو، اس لیے جبریل امین نے اس کو انگلی سے کھول دیا ہو۔

واقعہ معراج بزبان مصطفےٰ ﷺ

خصائص الکبریٰ میں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے بیان کیا گیا واقعہ موجود ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس میں میرے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جمع کیے گئے، پھر مجھے حضرت جبریل نے آگے کیا، پھر میں نے ان کی امامت کروائی۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنا واقعہ یوں بیان فرمایا کہ

ثُمَّ انطَلَقنَا حَتَّى أَتَينَا إِلَى بَيتِ المَقدِس
فَصَلَّيتُ فِيهِ بالنَّبِيِّينَ وَالمُرسَلِينَ إِمَامًا

پھر ہم چلے یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہنچ گئے، پھر میں نے اس میں نبیوں اور رسولوں کو امام بن کر نماز پڑھائی۔ (ابن جریر)

ایک روایت میں ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں میں اور جبریل دونوں داخل ہوئے اور دونوں نے دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کی۔ (سنن الکبریٰ)

مسجد اقصیٰ میں امامت مصطفے ﷺ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السنن الکبریٰ میں نقل فرمایا کہ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ بہت سے حضرات مسجد اقصیٰ میں جمع ہو گئے، پھر ایک مؤذن نے اذان دی، پھر اقامت کہی، ہم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، اسی انتظار میں تھے کہ کون امامت کروائے؟ حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا، میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو جبریل امین نے کہا کہ

يَا مُحَمَّد أَتَدْرِي من صلى خَلفك قلت لَا قَالَ صلى خَلفك كل نَبِي بَعثه الله تَعَالَى (الخصائص الكبرىٰ للسيوطى ١/٢٥٦)

اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، جبریل امین نے کہا کہ آپ ﷺ کے پیچھے ہر نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔

فرشتوں اور نبیوں کی امامت

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور حضور ﷺ نے حضرات انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ سب کی امامت کرائی، جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں؟ جبریل امین

نے کہا یہ محمد ﷺ ہیں، فرشتوں نے کہا کہ کیا ان کے پاس بلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا؟ جبریل نے کہا کہ ہاں! فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں زندہ سلامت رکھے، بڑے اچھے بھائی ہیں، بڑے اچھے خلیفہ ہیں اور بہترین تشریف لانے والے ہیں۔(الخصائص الکبریٰ ۱/۲۸۵)

تفسیر روح البیان کے مطابق فرشتوں کے ایک بہت بڑے مجمع نے آپ ﷺ کا استقبال کیا جن کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی، پھر آپ ﷺ بیت المقدس کے دائیں دروازے سے اندر داخل ہوئے۔

ارواح انبیاء کرام سے ملاقات

خطبہ ابراہیمیؑ۔ حضرت سیدنا ابراہیم کی روح سے ملاقات کی تو اس نے اللہ جل شانہ کی حمد وثناء ان الفاظ میں کی

الْحَمد لله الَّذِي اتَّخَذَنِي خَلِيلًا وَأَعْطَانِي مُلكاً عَظِيماً وَجَعَلَنِي أُمَّةً قَانِتًا يُؤتَمُّ بِي وَانقَذَنِي مِنَ النَّار وَجَعَلَهَا عَلَيَّ بَرداً وَّسَلَامًا(الخصائص ۱/۲۸۵)

تمام کامل تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ ذات جس نے مجھے دوست بنایا اور مجھے ملک عظیم عطا فرمایا، مجھے امام وپیشوا بنایا، میری اقتدا کی جاتی ہے، مجھے جلتی آگ سے بچایا، اس آگ کو مجھ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بنایا۔

خطبہ موسویؑ

حضرت موسیٰ کی روح نے اللہ تعالیٰ کی یوں تعریف کی

الْحَمدُ لله الَّذِي كَلَّمَنِي تَكلِيماً وَّجَعَلَ هِلَاكَ آلِ فِرْعَوْنَ وَنَجَاةَ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلى يَدِي وَجَعَلَ مِن أُمَّتِي قَوماً يَّهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعدِلُونَ

تمام کامل تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے میرے ساتھ کلام کیا، جس نے آل فرعون کو میری بدولت ہلاکت کی وادی میں پہنچایا، جس نے بنی اسرائیل کو میری وساطت

سے نجات دی، جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جو حق بات کی راہنمائی کرتے اور انصاف سے کام لیتے ہیں۔

خطبہ داؤدیؑ

حضرت داؤد کی روح سے ملاقات ہوئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی یوں تعریف کی

الْحَمدُ لله الَّذِي جَعَلَ لِي مُلكاً عَظِيماً وَّعَلَّمَنِي الزَبُورَ وَأَلَانَ لِي الْحَدِيدَ وَسَخَّر لِي الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيرَ وَأَعْطَانِي الحِكْمَة وَفَصلَ الخِطَابِ (خصائص الکبریٰ)

تمام کامل تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے مجھے بڑی بادشاہی سے نوازا، جس نے مجھے زبور سکھائی، جس نے میرے لیے لوہا نرم کیا، جس نے پہاڑوں کو میرے تابع کیا، جو تسبیح کرتے ہیں، جس نے پرندوں کو میرے تابع کیا، جس نے مجھے حکمت عطاء کی، جس نے مجھے انداز خطابت عطاء فرمایا۔

خطبہ سلیمانیؑ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی روح سے ملاقات ہوئی تو اس نے اللہ کی یوں تعریف کی

الْحَمدُ لله الَّذِي سَخَّرَ لِي الرِّيَاحَ وَسَخَّر لِي الشَّيَاطِينَ يَعْمَلُونَ مَا شِئْتُ مِن محَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَان كَالجَوابِ وَقُدُورِ رَاسِيَاتٍ وَعَلَّمَنِي مَنطِقَ الطَّير وَآتَانِي مِن كُلِّ شَيْءٍ فَضلاً وَّسَخَّرَ لِي جُنُودَ الشَّيَاطِينَ وَالْإِنْسَ وَالطَّيرَ وَفَضَّلَنِي عَلى كَثِير مِّن عِبَادِهِ الْمُؤمِنِينَ وَآتَانِي مُلكاً عَظِيماً لَا يَنْبَغِي لأَحَدٍ مِّن بَعدِي وَجَعَلَ مُلكِي مُلكاً طَيِّباً لَيْسَ فِيهِ حِسَاب

تمام کامل تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے میرے لیے ہواؤں کو مسخر کیا، جس نے جنات کو میرے تابع کیا، جو میں چاہتا وہ بناتے تھے، اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کر دیتے تھے، تصویریں بناتے تھے، بڑے بڑے حوض تعمیر کرتے تھے جیسے لگن، زمین میں جمی ہوئی دیگیں، اس نے مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں، اس نے مجھے اپنے فضل سے ہر چیز

سے نوازا ہے، میرے لیے اس نے شیطانی، انسانی اور پرندوں کے لشکر مسخر کیے ہیں، مجھے اپنے ایمان والے بہت سے بندوں پر فضیلت عطاء کی ہے، اس نے مجھے بڑی بادشاہی سے نوازا ہے، جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہیں، اس ذات نے میری بادشاہی کو پاکیزہ بنایا ہے، جس میں کوئی حساب نہیں ہے۔

خطبہ عیسوی ؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح سے ملاقات ہوئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی یوں تعریف کی،

الْحمد لله الَّذِي جَعَلَنِي كَلِمَتَهُ وَجَعَلَ مَثَلِي مَثَل آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَاب ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ وَعَلَّمَنِي الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ والتَّورَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَجَعَلَنِي أَخلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيئَةِ الطَّيرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيراً بِإِذنِ الله وَجَعَلَنِي أُبرِئُ الأَكمَهَ وَالأَبرَصَ وَأُحيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِهِ وَرَفَعَنِي وَطَهَّرَنِي وَأَعَاذَنِي وَأُمِّي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم فَلَم يَكُن للشَّيْطَانُ عَلَينَا سَبِيل (الخصائص)

تمام کامل تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا ہے، جس نے مجھے آدم علیہ السلام کی مثل بنایا ہے، انہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور ان کے لیے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے، مجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی، مجھے ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندوں کی طرح بناتا ہوں، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، مجھے ایسا بنایا کہ میں مادر زاد کو درست کر دیتا ہوں، کوڑھی کو ٹھیک کر دیتا ہوں، میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں، مجھے اس ذات نے اٹھایا، مجھے اس نے پاک کیا، مجھے اور میری ماں کو اس نے شیطان مردود سے پناہ عطاء کی، پھر شیطان کو ہم پر گمراہ کرنے کی کوئی سبیل نہ رہی۔

خطبہ مصطفوی ﷺ

ان جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ نے اللہ کی تعریفیں کیں تو آخر میں فخر الرسل، شفیع المذنبین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ کی تعریف میں ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا

الْحَمد لله الَّذِي أَرْسَلَنِي رَحْمَةً لّلْعَالَمِينَ وَكَافَةً لّلنَّاسِ بَشِيراً وَّنَذِيراً وَأَنزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيهِ بَيَان لّكُلِّ شَيْءٍ وَّجَعَلَ أُمَّتِي خَيرَ أُمَّةٍ أُخرجَت لِلنَّاسِ وَجَعَلَ أُمَّتِي أُمَّةً وَّسَطاً وَجَعَلَ أُمَّتِي هُمُ الْأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَشَرحَ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِي وزرِي وَرَفَعَ لِي ذِكرِي وَجَعَلَنِي فَاتحاً وَخَاتِماً (الخصائص الكبرىٰ لجلال الدين سيوطی۱/۲۸۲)

تمام کامل تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ ذات جس نے مجھے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے، جس نے مجھے سب انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، جس ذات نے مجھ پر فرقان (حق وباطل میں فرق کرنے والی کتاب) نازل کی، اس کتاب میں ہر چیز کا بیان موجود ہے، جس ذات نے میری امت کو بہترین امت بنایا ہے، جو لوگوں کے نفع کے لیے نکالی گئی ہے، جس نے میری امت کو درمیانی امت بنایا ہے، جس نے میری امت کو اولین اور آخرین ہونے کا اعزاز بخشا ہے، جس ذات نے میرے سینے کو کھول دیا ہے، جس ذات نے میرے بوجھ کو کم کر دیا ہے، جس ذات نے میرے تذکرے کو بلند کر دیا ہے، جس نے مجھے فاتح بنایا ہے، جس نے مجھے خاتم النبیین بنایا ہے۔

آپ ﷺ کے اس فصیح وبلیغ خطبے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روئے سخن تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہی وہ خوبیاں اور فضائل ہیں جن کی بدولت محمد ﷺ تم سب پر فوقیت وفضیلت رکھتے ہیں۔

دودھ کا پیالہ

جب آپ ﷺ ان امور سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر قدم رنجہ ہوئے تو آپ ﷺ کے سامنے تین پیالے پیش کیے گئے، جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے، ایک ایسا پیالہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، جس میں پانی تھا، آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ اس میں سے نوش کیجیے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پیالے میں سے تھوڑا سا پیا، پھر آپ ﷺ

کی خدمت میں دوسرا پیالہ پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا، اس کے بعد آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ اس میں سے نوش کیجیے، آپ ﷺ نے اس میں سے اتنا پیا کہ سیر اب ہو گئے، پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں ایک تیسرا پیالہ پیش کیا گیا، جس میں شراب تھی، اس کے بعد آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ پی لیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں شراب نہیں پینا چاہتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

یہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ شراب عنقریب آپ ﷺ کی امت پر حرام کر دی جائے گی، اگر آپ ﷺ شراب کے پیالے میں سے پیتے تو آپ ﷺ کی امت میں سے آپ ﷺ کی پیروی اور اتباع کرنے والے تھوڑے سے لوگ ہی ہوتے۔ (الخصائص)

علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی کچھ روایات ذکر کی ہیں، کہ

ثُمَّ دَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجْتُ. فَأَتَانِي جِبْرِيلُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ. قَالَ جِبْرِيلُ: أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ(احمد)

پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اس میں دو رکعتیں ادا کیں، پھر میں باہر نکلا، پھر میرے پاس جبریل امین ایک برتن شراب کا، ایک برتن دودھ کا لے کر آئے، میں نے ان میں سے دودھ کو پسند کیا، جبریل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پالیا۔

جبریل امین نے آپ ﷺ کے دودھ کو پسند کرنے پر فرمایا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو پالیا ہے، اگر آپ ﷺ پانی کو پسند کرتے تو خود بھی غرق ہو جاتے اور اپنی امت کو بھی غرق کر دیتے، اگر آپ ﷺ شراب کو پسند کرتے تو خود بھی گمراہ ہو جاتے اور اپنی امت کو بھی گمراہ کر دیتے، ابن کثیرؒ کے مطابق اس کے بعد آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو امامت کروائی۔

عجائبات سفر معراج

سفر معراج کے دوران آپ ﷺ نے عجائبات و غرائب کا مشاہدہ فرمایا، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الاسراء کی پہلی آیت کے ذیل میں ایک واقعہ ان عجائبات و غرائب کا نقل فرمایا ہے بیت المقدس پہنچنے سے پہلے دوران سفر حضرت نبی کریم ﷺ کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا، جو راستے کے ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے جبریل! یہ کون ہے؟

حضرت جبریل نے فرمایا کہ اے محمد! چلیے، چنانچہ آپ ﷺ اتنا چلے جتنا اللہ نے چاہا کہ آپ ﷺ چلیں، اس کے بعد آپ ﷺ کو راستے سے ہٹی ہوئی ایک چیز نے اپنی طرف بلایا اور کہا کہ اے محمد! ادھر آؤ۔ جبریل امین نے کہا کہ اے محمد ﷺ چلیے، چنانچہ آپ ﷺ اتنا چلے جتنا اللہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ چلیں، اس کے بعد آپ ﷺ کا ایک مخلوق پر گزر ہوا، اس مخلوق نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ،

اے اول آپ پر سلام ہو، اے آخر آپ پر سلام ہو، اے حاشر آپ پر سلام ہو

جبریل امین نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے محمد! ﷺ ان کے سلام کا جواب دیجیے، دوسری بار بھی ایسا ہی ہوا، اسی طرح تیسری بار بھی ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بیت المقدس پہنچ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر ۵/۱۱)

پھر جبریل نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ وہ جس بڑھیا پر ہمارا گزر ہوا تھا جو راستے کی ایک جانب بیٹھی ہوئی تھی وہ یوں سمجھیے کہ دنیا کی مثال تھی، یعنی دنیا کی عمر اب اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی اس بڑھیا کی رہ گئی ہے۔ جو آپ ﷺ نے راستے سے ہٹ کر دیکھا، جو چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کی طرف مائل ہو جائیں وہ اللہ کا دشمن شیطان تھا، جو آپ ﷺ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا، اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز

ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں حضرت نبی کریم ﷺ نے شب معراج کے سفر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

لَمَّا أُسري بِي مَرَرْتُ بمُوسَى وَهُوَ قَائِم يُصَلِّي فِي قَبره

جب مجھے رات کو لیجایا گیا تو میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ (الخصائص الکبریٰ ۱ / ۲۸۰)

مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لَمَّا أُسرى بي مَرَرتُ عَلى مُوسَى وَهُو قَائِم يُصَلِّي في قَبره عِندَ الكَثِيبِ الأَحمَر

جب مجھے معراج کی رات لیجایا گیا تو میں موسیٰ کی قبر پر گزرا، اس حال میں کہ موسیٰ سرخ ٹیلے کے قریب اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسند احمد، مسلم)

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (مسندابی یعلیٰ ۱۴۷/۶)

انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

یہ روایت امام بیہقی کی کتاب حیات الانبیاء فی قبورہم میں بھی موجود ہے اور ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ نے اپنے فوائد میں عنوان باندھ کر نقل کی ہے اور اس کے ذیل میں شب معراج میں نبی کریم ﷺ کے قبر موسیٰ پر سے گزرنے اور ان کے قبر میں نماز پڑھنے والی روایت سے استدلال کر کے بتایا کہ انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

مسلم شریف اور مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام کی صراحت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں اپنی آنکھوں سے انہیں ان کی قبر میں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ان کی قبر سرخ ٹیلے پر تھی۔

کنز العمال میں حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں تو یہ فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا درانحالیکہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (کنز العمال)

سنن نسائی میں روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اس حیات کو حیات برزخی کہا جاتا ہے، یہ دنیا کی زندگی سے مختلف ہوتی ہے، اس کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، حیات انبیاء اور حیات شہدا میں کوئی اشکال نہیں ہے، ہمارے نبی کریم ﷺ کو ہمارا پیش کیا جانے تحفہ صلاۃ وسلام پہنچتا ہے، از روئے حدیث شریف حضرات انبیاء کرام کے جسموں کو قبر کی مٹی نہیں کھاتی، بلکہ اللہ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے، یہ ساری باتیں صحیح سنت سے ثابت ہیں، ان کو بغیر کسی سوال، بدون کسی قیل وقال، اور بغیر کسی کیفیت دریافت کیے ماننا ضروری ہے۔ (الاستعداد للموت)

کنگھی کرنے والی شہیدہ کی خوشبو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي أُسْرِيَ بِي فِيهَا، أَتَتْ عَلَيَّ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ، مَا هَذِهِ الرَّائِحَةُ الطَّيِّبَةُ؟ فَقَالَ: هَذِهِ رَائِحَةُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ وَأَوْلادِهَا. قَالَ: قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهَا؟ قَالَ: بَيْنَا هِيَ تُمَشِّطُ ابْنَةَ فِرْعَوْنَ ذَاتَ

يَوْمٍ، إِذْ سَقَطَتِ الْمِدْرَى مِنْ يَدَيْهَا، فَقَالَتْ: بِسْمِ اللهِ. فَقَالَتْ لَهَا ابْنَةُ فِرْعَوْنَ: أَبِي؟(مسنداحمد)

جس رات میں مجھے معراج کرائی گئی، اس میں مجھ پر ایک پاکیزہ خوشبو کا ھلہ آیا، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ پاکیزہ خوشبو کیا ہے؟ جبریل نے کہا، یہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی اور اس کی اولاد کی خوشبو ہے، میں نے پوچھا، اس کا قصہ کیا ہے؟ جبریل نے بتایا کہ یہ عورت ایک دن فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی، اچانک اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی، تو اس نے کہا، بسم اللہ (اللہ کے نام کے ساتھ) اس پر اسے فرعون کی بیٹی نے کہا کہ کیا اس سے مراد میرے ابو (فرعون) ہیں؟

اس لڑکی سے جب سوال کیا گیا تھا کہ تیرا رب کون ہے؟ اس نے جواب دیا تھا کہ میرا اور تیرا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَيْلَةَ أُسرِيَ بِي وَجَدتُ رِيحًا طَيِّبَةً فَقُلتُ يَا جبرئيلُ مَا هَذِه قَالَ هَذِه المَاشِطَةُ وَزَوجُهَا وَابنَتُهَا بَينَا هِيَ تَمشِطُ ابْنَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ سَقَطَ الْمِشْطُ مِن يَدِهَا فَقَالَت تَعِسَ فِرْعَوْن فَأُخْبِرت أَبَاهَا فَقَتَلَهَا(الخصائص /۲۶۱)

جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں نے ایک پاکیزہ خوشبو پائی تو میں نے جبریل سے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل نے کہا، یہ کنگھی کرنے والی، اس کے خاوند اور اس کی بیٹی کی خوشبو ہے، وہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی، اچانک اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی، اس کے بعد اس نے کہا فرعون کی ستیاناس ہو، یہ بات اس نے اپنے باپ کو بتادی جس پر اس نے اس کنگھی والی کو قتل کر دیا۔

مجاہدین کی شان

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

فَأَتى على قوم يَزرَعُونَ فِي يَوْم وَيَحصُدُونَ فِي يَوْم كُلَّمَا حَصَدُوا عَادَ كَمَا كَانَ فَقَالَ النَّبِي يَا جبرئيلُ مَا هَذَا قَالَ هَؤُلَاءِ المُجَاهِدُونَ فِي سَبِيل الله تضَاعَفُ لَهُم الْحَسَنَةُ بسَبعِمِائة ضَعف وَمَا أَنْفقُوا مِن شَيْء فَهُوَ يخلفه(الخصائص الكبریٰ)

میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو ایک ہی دن میں کھیتی باڑی کرتے اور ایک ہی دن میں کاشت کر لیتے تھے، جب بھی وہ کاشت کرتے تو وہ کھیتی پھر بڑھ جاتی جیسے پہلے تھی، جبریل سے پوچھا کہ اے جبریل! یہ کیا ماجرا ہے؟ جبریل نے فرمایا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی نیکیاں سات سو نیکیوں تک بڑھ جاتی ہیں، جو کچھ یہ لوگ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں انہیں اور زیادہ دے دیتا ہے۔

بڑا بول باعث ندامت وشرمندگی

خصائص کبریٰ میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے معراج کے واقعات میں ایک ایسا واقعہ لائے ہیں جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑا بول باعث ندامت وشرمندگی ہوتا ہے

ثمَّ أَتَى على حجر صَغِير يخرج مِنْهُ ثَوْر عَظِيم فَجعل الثور يُرِيد ان يرجع من حَيْثُ خرج فَلَا يَسْتَطِيع فَقَالَ مَا هَذَا يَا جبرئيل قَالَ هَذَا الرجل يتَكَلَّم بِكَلِمَة عَظِيمَة ثمَّ ينْدَم عَلَيْهَا فَلَا يَسْتَطِيع ان يردهَا(الخصائص)

آپ ﷺ معراج کے سفر میں ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس تشریف لائے، اس میں سے ایک بڑا سا بیل نکل رہا ہے، بیل نکلنے کے بعد دوبارہ اس میں داخل ہونا چاہتا ہے، جہاں سے وہ نکلا ہے، مگر وہ دوبارہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا، پوچھا، اے جبریل! یہ کیا

ہے؟ جبریل امین نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو بہت بڑا بول بولتا ہے، پھر وہ اس بڑے بول پر شرمندہ اور نادم ہوتا ہے، مگر دوبارہ اس بات کو واپس کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

ہر آسمان پر محمد ﷺ اور ابو بکر کا نام

ابو یعلیٰ موصلی، طبرانی نے اوسط میں، ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَيْلَةَ أسرِي بِي عُرِج بِي الى السَّمَاء مَا مَرَرْت بسماء إِلَّا وجدت اسْمِي فِيهَا مَكْتُوبًا مُحَمَّد رَسُول الله وَأَبُو بكر الصّديق خَلْفي (الخصائص الكبرىٰ)

جس رات مجھے آسمانوں کی طرف لیجایا گیا، تو میں جس آسمان پر گیا وہاں اپنا نام محمد رسول اللہ اور ابو بکر کا نام اپنے نام کے پیچھے لکھا ہوا دیکھا۔

اسی طرح بزار نے ابن عمر سے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جس آسمان سے سے گزرا وہاں اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔

چمکتی تلوار پر اسمائے مبارکہ

علامہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مفرد میں، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن عساکر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

رَأَيْتُ لَيْلَةَ أسرِي بِي فِي الْعَرْش فرندَة خضرَة فِيهَا مَكْتُوب بنور أَبيض لَا إِلَه إِلَّا الله مُحَمَّد رَسُول الله ابو بكر الصّديق عمر الْفَارُوق

جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں نے عرش پر ایک سبز رنگ کی چمکتی تلوار دیکھی، جس پر سفید نور کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﴿علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ﴿رضی اللہ عنہما﴾ لکھا ہوا تھا۔

یاجوج اور ماجوج دوزخی ہیں

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

بَعَثَنِي الله لَيْلَةً أسرِي بِي إِلَى يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ فَدَعوتُهُم إِلَى دِين الله وَعِبَادَتِهِ فَأَبَوا اَن يُّجِيبُوني فَهُم فِي النَّار مَعَ مَن عَصى وُلدِ آدَمَ وَوُلدِ إِبْلِيسَ(مردویہ، الخصائص)

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے مجھے یاجوج اور ماجوج کی طرف بھیجا کہ میں انہیں اللہ کے دین کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دوں، تو یاجوج اور ماجوج نے میری دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا، پس یہ ان لوگوں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے جنہوں نے اولاد آدم میں سے نافرمانی کی اور اولاد ابلیس میں سے جنہوں نے نافرمانی کی۔

شدت میں نرمی کی وجہ

سنن ابی داؤد اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے کہ

كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ، وَالْغُسْلُ مِنَ الجَنَابَةِ سَبْعَ مِرَارٍ، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مِرَارٍ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا،وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً

نمازیں پچاس تھیں، جنابت کا غسل سات مرتبہ کرنا تھا، پیشاب کپڑے پر لگنے کی وجہ سے کپڑے کو سات مرتبہ دھونا تھا، حضرت رسول کریم ﷺ مسلسل اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہے، یہاں تک کہ نمازیں پانچ کر دی گئیں، غسل جنابت ایک ہی مرتبہ کر دیا گیا، کپڑے پر پیشاب لگنے کی وجہ سے اسے ایک ہی بار دھونا کر دیا گیا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

قیامت کا تذکرہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ، فَبَدَءُوا بِإِبْرَاهِيمَ فَسَأَلُوهُ عَنْهَا، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ، ثُمَّ سَأَلُوا مُوسَى، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ، فَرُدَّ الْحَدِيثُ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَقَالَ: قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا، فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ، فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَّالِ، قَالَ: فَأَنْزِلُ، فَأَقْتُلُهُ فَيَرْجِعُ النَّاسُ إِلَى بِلَادِهِمْ فَيَسْتَقْبِلُهُمْ يَأْجُوجُ، وَمَأْجُوجُ وَهُمْ {مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ} [الأنبياء: ٩٦] ، فَلَا يَمُرُّونَ بِمَاءٍ إِلَّا شَرِبُوهُ، وَلَا بِشَيْءٍ إِلَّا أَفْسَدُوهُ، فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ، فَأَدْعُو اللَّهَ أَنْ يُمِيتَهُمْ، فَتَنْتُنُ الْأَرْضُ مِنْ رِيحِهِمْ، فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ، فَأَدْعُو اللَّهَ، فَيُرْسِلُ السَّمَاءَ بِالْمَاءِ، فَيَحْمِلُهُمْ فَيُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ تُنْسَفُ الْجِبَالُ، وَتُمَدُّ الْأَرْضُ مَدَّ الْأَدِيمِ، فَعُهِدَ إِلَيَّ مَتَى كَانَ ذَلِكَ، كَانَتِ السَّاعَةُ مِنَ النَّاسِ، كَالْحَامِلِ الَّتِي لَا يَدْرِي أَهْلُهَا مَتَى تَفْجَؤُهُمْ بِوِلَادَتِهَا قَالَ الْعَوَّامُ: وَوُجِدَ تَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى: حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ {مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ} [الأنبياء:٩٦] (سنن ابن ماجہ، مسنداحمد)

جس رات حضرت نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی آپ (ﷺ) نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) سے ملاقات کی، ان سب نے قیامت کا ذکر کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب نے پوچھا (یہ جان کر کہ وہ سب میں بزرگ ہیں ان کو ضرور علم ہوگا) لیکن انہیں قیامت کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا، پھر سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ان کو بھی علم نہ تھا۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے کہا مجھ سے وعدہ ہوا ہے قیامت سے کچھ پہلے کا (یعنی قیامت کے قریب دنیا میں جانے کا) لیکن قیامت کا ٹھیک وقت تو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے پھر انہوں نے دجال کے نکلنے کا حال بیان کیا اور کہا کہ میں اتروں گا اور اس کو قتل کروں گا۔

پھر لوگ اپنے اپنے ملکوں کو لوٹ جائیں گے اتنے میں یاجوج اور ماجوج ان کے سامنے آئیں گے اور ہر بلندی سے وہ چڑھ دوڑیں گے جس پانی پر وہ گزریں گے اس کو پی ڈالیں گے اور ہر ایک چیز کو خراب کر دیں گے۔

آخر لوگ اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑائیں گے عاجزی سے (ان کو دفع کرنے کیلئے میں دعا مانگوں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مار ڈالے (وہ مر جائیں گے) اور زمین بدبودار ہو جائے گی ان کے پاس پھر لوگ گڑ گڑائیں گے اللہ کی درگاہ میں میں اللہ سے دعا کروں گا تو وہ پانی بھیجے گا جو ان کی لاشیں اٹھا کر سمندر میں بہالے جائے گا۔

پھر پہاڑ اکھاڑ ڈالے جائیں گے اور زمین کھینچی جائے گی اور صاف ہموار ہو گی (اس میں پہاڑ اور ٹیلے اور سمندر گڑھے وغیرہ نہیں رہیں گے) پھر مجھ سے کہا گیا جب یہ باتیں ظاہر ہوں تو قیامت لوگوں سے ایسی قریب ہو گی جیسے عورت حاملہ کا جننا، اس کے گھر والے نہیں جانتے کس وقت ناگہاں وہ جنتی ہے۔

عوام بن حوشب نے کہا اس واقعہ کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے

حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ)

یعنی جب کھل جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے۔

سابقہ انبیاء کی طرف سے خوش آمدید

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا

میرے پاس براق لائی گئی، پھر میں اس پر سوار ہوا، جب براق کسی پہاڑی کے اوپر سے گزرتی تو اس کی پچھلی ٹانگیں اٹھ جاتی تھیں، جب نیچے کی طرف اترتی تو اس کی اگلی ٹانگیں اٹھ جاتی تھیں، براق ہمیں ایک بدبودار زمین کی طرف لے گیا، پھر ہم نے ایک پاکیزہ زمین کو عبور کیا، میں نے جبریل امین سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دوزخ کی زمین ہے، اور یہ جنت کی زمین ہے۔

پھر میں ایک آدمی کے پاس پہنچا جو نماز پڑھ رہا تھا، اس نے جبریل سے پوچھا کہ اے جبریل! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ جبریل امین نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی حضرت محمد ﷺ ہیں، اس شخص نے مرحبا کہا اور میرے لیے برکت کی دعا کی، اور اس نے کہا کہ اپنی امت کے لیے آسانی کا سوال کیجیے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون ہے؟

جبریل امین علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر ہم چلے، اس کے بعد ہم نے ایک آواز سنی، وہ آواز غصہ میں بھری ہوئی تھی، پھر ہم ایک آدمی کے پاس آئے، اس نے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے بھائی محمد ﷺ ہیں، اس نے سلام کیا، اور میرے لیے برکت کی دعا کی، اس نے کہا کہ اپنی امت کے لیے آسانی کا سوال کیجیے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون ہے؟ جبریل امین علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام ہیں، میں نے پوچھا کہ یہ کس کے سامنے اتنا اونچا بول رہے تھے، جبریل امین علیہ السلام نے بتایا کہ یہ اپنے رب کے سامنے اپنے کو ملامت کر رہے تھے، ان کی گرمی گفتار محسوس کی جا رہی تھی، پھر ہم چل پڑے، اس کے بعد ہم نے چراغ اور روشنیاں دیکھیں، میں نے پوچھا، جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل امین علیہ السلام نے بتایا، یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درخت ہے، آپ اس کے قریب ہو جایئے، چنانچہ میں اس کے قریب ہو گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرحبا کہا، میرے لیے برکت کی دعا کی، اس کے بعد ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ (الخصائص الکبریٰ)

حوران خلد آشیاں کے سلام

حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لَمَّا أُسْرِيَ بِي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ مَوْضِعًا يُسَمَّى الْبَيْدَجَ عَلَيْهِ خِيَامُ اللُّؤْلُؤِ، وَالزَّبَرْجَدِ الْأَخْضَرِ، وَالْيَاقُوتِ الْأَحْمَرِ، فَقُلْنَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ مَا هَذَا النِّدَاءُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الْمَقْصُورَاتُ فِي الْخِيَامِ يَسْتَأْذِنُونَ رَبَّهُنَّ فِي السَّلَامِ عَلَيْكَ، فَأَذِنَ لَهُنَّ فَطَفِقْنَ يَقُلْنَ: نَحْنُ

الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ أَبَدًا، نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَظْعَنُ أَبَدًا، وَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَةَ {حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ} [الرحمن: ۷۲] (البعث والنشور للبیهقی)

جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں جنت میں ایسے مقام میں داخل ہوا جسے بیدج کہا جاتا ہے، جس میں موتیوں، سبز زبرجد اور سرخ یاقوت کے خیمے تھے، حوروں نے کہا السلام علیک یارسول اللہ! میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ آواز کیا ہے؟ جبریل امین نے فرمایا، یہ خیموں میں بند حوریں ہیں، جو اللہ سے اس بات کی اجازت مانگ رہی ہیں کہ وہ آپ ﷺ کو السلام علیک کہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی تو وہ کہنا شروع ہو گئیں، کہ ہم خوش و خرم ہیں کبھی ناراض نہ ہو گی، ہم ہمیشہ قیام کریں گی، ہمارا کبھی کوچ نہ ہو گا حضرت نبی کریم ﷺ نے پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی، حور مقصورات فی الخیام۔

ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کو پیغام

ترمذی، ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا

لقِيت ابراهيم لَيْلَةً اسري بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اقْرَأ امتك مني السَّلَام واخبرهم ان الْجنَّة طيبَة التربة عذبة المَاء وَأَنَّهَا قيعان وَأَن غراسها سُبْحَانَ الله وَالْحَمْد لله وَلَا إِلَه إِلَّا الله وَالله اكبر وَلَا حول وَلَا قُوَّة إِلَّا بِاللَّه الْعلي الْعَظِيم(ترمذی، خصائص الکبری)

میں نے معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی، تو انہوں نے فرمایا، اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام کہیے اور انہیں جنت کی پاکیزہ مٹی کی خبر دیجیے، جس کا پانی میٹھا ہے، وہاں چٹیل زمین ہے، اس کے درخت سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہیں۔

تین اعزازات والقابات

بزار، ابن قانع اور ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَيْلَةً أسرِي بِي أنتهيت الى قصر من لؤلؤة فِرَاشُه ذهب يتلألأُ نوراً وَأعْطيتُ ثَلَاثًا إِنَّك سيدُ الْمُرْسلِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ وقائدُ الغر المحجَّلِينَ

جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں موتیوں کے بنے ایک محل کے پاس پہنچ گیا، اس کا بچھونا سونے کا تھا جو چمک رہا تھا، اس وقت مجھے تین اعزازات سے نوازا گیا، ان میں ایک یہ تھا کہ آپ ﷺ رسولوں کے سردار ہیں، آپ ﷺ متقی لوگوں کے پیشوا ہیں، آپ ﷺ چمکتی پیشانی والے لوگوں کے قائد ہیں۔ امام بغوی اور ابن عساکر نے محل کی جگہ قفص کے الفاظ نقل کیے ہیں، قفص کا معنیٰ پنجرہ ہے۔

ابو نعیم نے محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

لما عُرج بِهِ إِلَى السَّمَاء فَانْتهَى إِلَى مَكَان من السَّمَاء وقف بِهِ وَبعث الله ملكاً فَقَامَ من السَّمَاء مقَاماً مَا قَامَه قَبلَ ذَلِك قيل لَهُ علَّمه الْأَذَانَ فَقَالَ الْملك الله اكبر الله اكبر فَقَالَ الله صدق عَبدِي أَنا الله الْأَكْبَر فَقَالَ الْملك أشهد ان لَا إِلَه إِلَّا الله فَقَالَ الله صدق عَبدِي أَنا الله لَا إِلَه إِلَّا انا فَقَالَ الْملك أشهد ان مُحَمَّدًا رَسُول الله فَقَالَ الله صدق عَبدِي أَنا أَرْسلتهُ وَأَنا اخترته وَأَنا ائتمنته فَقَالَ حَيّ على الصَّلَاة فَقَالَ الله صدق عَبدِي دَعَا إِلَى فريضتي وحقي فَمن أَتَاهَا محتسباً كَانَت كَفَّارَة لكل ذَنْب فَقَالَ الْملك حَيّ على الْفَلاح فَقَالَ الله صدق عَبدِي أَنا اقمت فريضتها وعدتها ومواقيتها ثمَّ قيل لرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم تقدم فَتقدم فَأم اهل السَّمَاء فتم لَهُ شرفه على سَائِر الْخلق

جب نبی کریم ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ آسمان میں ایک جگہ پر جا کر ٹھہر گئے، اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا، وہ آسمان میں ایک ایسی جگہ پر ٹھہرا جہاں وہ اس

سے پہلے نہیں ٹھہرا تھا، اسے کہا گیا کہ انہیں اذان سکھایئے، چنانچہ فرشتے نے کہا، اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے سچ کہا، میں ہی اللہ ہوں، سب سے بڑا ہوں، فرشتے نے کہا، اشھد ان لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا، میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

فرشتے نے کہا اشھد ان محمد ارسول اللہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا، میں نے ہی اسے بھیجا ہے، میں نے ہی اسے چنا ہے، میں نے ہی امانت اس کے سپرد کی ہے، پھر جب فرشتے نے کہا حی علی الصلاۃ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا، اس نے میرے فرض کی طرف دعوت دی، میرے حق کی طرف دعوت دی، جو شخص اس فریضہ کی طرف آیا، ثواب کی نیت سے، تو یہ اس کے لیے ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ جب فرشتے نے کہا حی علی الفلاح تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے سچ کہا، میں اس فریضہ کو، اس کے وعدے کو، اسے کے اوقات کو قائم رکھوں گا، پھر نبی کریم ﷺ کے لیے کہا گیا آگے بڑھیے، پھر آپ ﷺ آگے بڑھے، آسمان والوں کی امامت کروائی، یوں آپ ﷺ کی عظمت وبزرگی تمام مخلوقات پر تام ہوگئی۔

ابن مردویہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اذان معراج کی رات سکھائی گئی اور نماز بھی معراج کی رات فرض کی گئی۔

ہر آسمان پر حجامہ کرانے کا حکم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا مَرَرْت علی مَلأ من الْمَلَائِكَة لَيْلَةَ أسرِي بِي إِلَّا قَالُوا مُر أُمَّتَكَ بِالحِجَامَةِ

جس رات مجھے لیجایا گیا تو میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھے یہ کہا کہ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ حجامہ کروائیں۔ (مسند احمد، حاکم، ابن مردویہ)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ لِابْنِ عَبَّاسٍ، غِلْمَةٌ ثَلاَثَةٌ حَجَّامُونَ فَكَانَ اثْنَانِ مِنْهُمْ يُغِلاَّنِ عَلَيْهِ وَعَلَى أَهْلِهِ وَوَاحِدٌ يَحْجُمُهُ وَيَحْجُمُ أَهْلَهُ قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ العَبْدُ الحَجَّامُ، يُذْهِبُ الدَّمَ، وَيُخِفُّ الصُّلْبَ، وَيَجْلُو عَنِ البَصَرِ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عُرِجَ بِهِ مَا مَرَّ عَلَى مَلَإٍ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ إِلاَّ قَالُوا: عَلَيْكَ بِالحِجَامَةِ وَقَالَ: إِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُونَ فِيهِ يَوْمَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَقَالَ: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوطُ وَاللَّدُودُ وَالحِجَامَةُ وَالمَشِيُّ وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدَّهُ العَبَّاسُ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَدَّنِي؟ فَكُلُّهُمْ أَمْسَكُوا، فَقَالَ: لاَ يَبْقَى أَحَدٌ مِمَّنْ فِي البَيْتِ إِلاَّ لُدَّ غَيْرَ عَمِّهِ العَبَّاسِ قَالَ عَبْدٌ: قَالَ النَّضْرُ: اللَّدُودُ: الوَجُورُ(ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تین غلام تھے جو پچھنے لگاتے تھے۔ ان میں سے دو تو اجرت پر کام کیا کرتے اور ایک ان کا اور ان کے گھر والوں کا حجامہ کیا کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رسول اللہ (ﷺ) کا یہ قول نقل کرتے تھے کہ فرمایا حجامہ کرنے والا غلام کتنا بہترین ہے۔ خون کو لے جاتا ہے۔ پیٹھ کو ہلکا کر دیتا ہے اور نظر کو صاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا جب رسول اللہ (ﷺ) معراج کو تشریف لے گئے تو فرشتوں کے جس گروہ سے بھی آپ (ﷺ) کا گزر ہوا۔ انہوں نے یہی کہا کہ حجامہ ضرور کیا کریں۔ فرمایا پچھنے لگانے کے لئے بہترین دن سترہ، انیس اور اکیس تاریخ ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ بہترین علاج سعوط، لدود، حجامہ اور مشی ہے۔ نبی اکرم (ﷺ) کے منہ میں حضرت عباس اور بعض صحابہ نے دوا ڈالی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ہر موجود شخص کے منہ میں (بطور قصاص) دوا ڈالی جائے۔ پس آپ (ﷺ) کے چچا عباس کے علاوہ سب حاضرین کے منہ میں دوائی ڈالی گئی۔ نضر کہتے ہیں کہ لدود، وجود کو کہتے ہیں یعنی منہ کی جانب سے حلق میں پہنچائی جانے والی دوائی پلانا۔

خوفناک مناظر

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِرِجَالٍ تُقَطَّعُ جُلُودُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: الَّذِينَ يَتَزَيَّنُونَ لِلزِّينَةِ. قَالَ: ثُمَّ مَرَرْتُ بِجُبٍّ مُنْتِنِ الرِّيحِ، فَسَمِعْتُ فِيهِ أَصْوَاتًا شَدِيدَةً، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ فَقَالَ: نِسَاءٌ كُنَّ يَتَزَيَّنَّ لِلزِّينَةِ، وَيَفْعَلْنَ مَا لَا يَحِلُّ لَهُنَّ، ثُمَّ مَرَرْتُ عَلَى نِسَاءٍ وَرِجَالٍ مُعَلَّقِينَ بِثَدْيِهِنَّ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الْغَمَّازَاتُ النَّمَّازَاتُ وَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: {وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ} [الهمزة: ١]

جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر کچھ ایسے مردوں پر ہوا جن کی چمڑیاں آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹی جارہی تھیں، میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بناؤ سنگھار کرتے تھے خوبصورت بننے کے لیے، فرمایا کہ پھر میں ایک بدبودار کچے کنویں کے پاس سے گزرا، اس میں میں نے سخت قسم کی آوازیں سنیں، میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو خوبصورت بننے کے لیے بناؤ سنگھار کرتی تھیں اور ایسے کام کرتی تھیں جو ان کے لیے حلال نہ تھے، پھر میں ایسی عورتوں اور مردوں کے پاس ے گزرا جو اپنے پستانوں کے بل لٹکے ہوئے تھے، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ یہ چغلی کھانے والیاں، بہتان تراشی کرنے والیاں، پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے والیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الھمزہ میں ارشاد فرمایا تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو (منہ در منہ) طعنے دینے اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔(شعب الایمان)

شیاطین کی حرکتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

رَأَيْت لَيْلَةً أسرِي بِي لما انتهينا إِلَى السَّمَاء السَّابِعَة فَنَظَرت فَوق فَإِذا رعد وبرق وصواعق وأتيت على قوم بطونهم كالبيوت فِيهَا الْحَيَّات ترى من خَارج بطونهم فَقلت من هَؤُلَاءِ يَا جبرئيل قَالَ هَؤُلَاءِ أَكلَة الرِّبَا فَلَمَّا نزلت إِلَى السَّمَاء الدُّنْيَا نظرت أَسْفَل مني فَإِذا أَنا برهج ودخان وأصوات فَقلت مَا هَذَا يَا جبرئيل قَالَ هَذِه الشَّيَاطِين يحومون على أعين بني آدم لَا يتفكرون فِي ملكوت السَّمَوَات وَالْأَرْض وَلَوْلَا ذَلِك لرأوا الْعَجَائِب

میں نے معراج کی رات میں دیکھا کہ جب ہم ساتویں آسمان کی طرف پہنچ گئے تو میں نے اوپر دیکھا، تو وہاں کڑک، بجلی اور گرج تھی، میں ایسی قوم کے پاس آیا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں، جن میں سانپ ہیں، جو ان کے پیٹوں کے باہر سے دکھائی دیتے ہیں، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں، جب میں آسمان دنیا کی طرف اترا تو اپنے نیچے کی طرف دیکھا تو وہاں گرد و غبار، دھواں اور آوازیں اٹھ رہی تھیں، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل امین نے کہا کہ یہ شیاطین ہیں، جو لوگوں کی آنکھوں پر تصرف کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمینوں میں غور و فکر نہیں کرتے اگر وہ ایسا نہ کریں تو لوگ عجائب و غرائب کا مشاہدہ کریں۔ (ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، مسند احمد، ابن مردویہ)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

لَمَّا عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ دَخَلْتُ جَنَّةَ عَدْنٍ، فَوُضِعَ فِي كَفِّي تُفَّاحَةٌ، قَالَ: فَانْفَلَقَتْ عَنْ حَوْرَاءَ مَرْضِيَّةٍ كَأَنَّ أَشْفَارَ عَيْنَيْهَا مَقَادِيمُ أَجْنِحَةِ النُّسُورِ، فَقُلْتُ لِمَنْ أَنْتِ؟فَقَالَتْ أَنَالِلْخَلِيفَةِ الْمَقْتُولِ مِنْ بَعْدِكَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

جب مجھے آسمان کی طرف لیجایا گیا تو میں جنت عدن میں داخل ہوا، پھر میری ہتھیلی پر ایک سیب رکھا گیا، پھر وہ سیب پھٹا تو اس میں سے مرضیہ نامی ایک حور نکلی، جس کی آنکھوں کے کنارے گدھ کے اگلے پروں کی طرح تھے، میں نے پوچھا، تو کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے بعد شہادت کا رتبہ پانے والے خلیفہ عثمان بن عفان کے لیے ہوں۔ (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل)

امت محمدیہ کی شان

کنزالعمال کی روایت میں ہے، حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

لَمَّا أُسرِيَ بِي إلى السَّمَاء قَرَّبَنِي رَبِي حَتَّى كَانَ بَينِي وَبَينَهُ تَعَالىٰ كَقَابَ قَوسَينِ أَو أَدنىٰ لَا بَل أَدنىٰ قَالَ يَا حَبِيبِي يَا مُحَمَّدُ قُلتُ لَبَّيكَ يَا رَبِّ قَالَ هَل غَمُّكَ أَن جَعَلتُكَ آخِرَ النَّبِيِّينَ قُلتُ يَا رَبِّ لَا قَالَ حَبِيبِي هَل غَمَّ أُمَّتِكَ أَن جَعَلتُهُم آخِرِ الأُمَمِ قُلتُ يَا رَبِّ لَا قَالَ أَبلِغ أُمَّتَكَ عَنِّي السَّلَام وَأَخبِرهُم أَنِّي جَعَلتُهُم آخِرَ الأُمَمِ لأَفضَحُ الأُمَمَ عِندَهُم وَلَا أَفضَحُهُم عِندَ الأُمَمِ (كنزالعمال للمتقى)

جب مجھے معراج کی رات آسمان کی طرف لیجایا گیا، تو مجھے میرے رب تعالیٰ نے قریب کیا، یہاں تک کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دو کمانوں کا فرق رہ گیا یا اس سے بھی قریب ہوگئے، بلکہ اس سے بھی قریب ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے حبیب! اے محمد! میں نے کہا، میں حاضر ہوں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا آپ اس بارے میں غم گین ہیں کہ میں نے آپ کو آخر النبیین بنایا ہے؟ میں نے کہا، اے میرے رب! نہیں، اللہ نے پھر پوچھا، اے میرے حبیب! کیا آپ اس پر غم گین ہیں کہ میں نے آپ کی امت کو آخر الامم بنایا ہے؟ میں نے کہا کہ اے میرے رب! نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچایئے اور انہیں خبر دیجیے کہ میں نے انہیں آخر الامم بنایا ہے، میں امتوں کو ان کے ہاں رسوا کروں گا مگر اس امت کو باقی امتوں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔ (کنزالعمال)

سرخ گلاب

ابو شجاع دیلمی رضی اللہ عنہ نے مسند الفردوس میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ سفید گلاب معراج کی رات نبی کریم ﷺ کے پسینے سے پیدا ہوا، سرخ گلاب جبریل کے پسینے سے پیدا ہوا، زرد گلاب براق کے پسینے سے پیدا ہوا۔

حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوع روایت ہے کہ

لَمَّا عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ بَكَتِ الأَرْضُ مِنْ بَعْدِي فَنَبَتَ اللَّصفُ مِنْ مَائِهَا، فَلَمَّا أَنْ رَجَعْتُ قُطِرَ مِنْ عَرَقِي عَلَى الأَرْضِ فَنَبَتَ وردٌ أَحْمَرُ، أَلا مَنْ أَرَادَ أَنْ يَشُمَّ رَائِحَتِي فليشمَّ الْوَرْدَ الأَحْمَرَ(الفردوس بماثورالخطاب، الجليس الصالح، روح البيان،المقاصدالحسنہ)

جب مجھے آسمانوں کی طرف معراج کرائی گئی تو زمین میرے جانے کے بعد رونے لگی، تو اس کے پانی سے ایک سفید پھول والا کانٹے دار درخت پیدا ہوا، جب میں واپس آیا تو میرے پسینے کا ایک قطرہ زمین پر ٹپکا جس سے سرخ گلاب پیدا ہوا، جو شخص میری خوشبو سونگھنے کا خواہش مند ہو وہ سرخ گلاب سونگھے۔

ابو الفرج نہروانی نے کہا کہ یہ خبر بہت سے لوگوں سے نشر ہوئی ہے، یہ ان بہت سی چیزوں میں سے ایک ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اعزاز واکرام بخشا، یہ چیز آپ ﷺ کی فضیلت اور عظمت شان پر دلالت کرتی ہے۔

اگرچہ علامہ نووی نے اسے درست تسلیم نہیں کیا ہے، مسند الفردوس اور مقاصد الحسنہ کے الفاظ اگرچہ ایک جیسے ہیں مگر دونوں میں تضاد ہے، مسند الفردوس میں ہے کہ سفید گلاب آپ ﷺ کے پسینے سے پیدا ہوا جب کہ حضرت انس والی مرفوع روایت میں ہے کہ سرخ گلاب آپ ﷺ کے پسینے سے پیدا ہوا۔

ابو الخیر محمد السخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المقاصد الحسنہ میں یہ روایت لائے ہیں، پھر اس پر علامہ نووی کا قول پیش کیا کہ وہ اسے کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں ہے، پھر اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ وہ اسے موضوع کہتے ہیں۔

ابو الفرج نہروانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ساری باتوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے بہت ہی انصاف پر مبنی بات کہی ہے، جو دل کو لگتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ان بہت سی باتوں کے مقابلے میں کم ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت بخشی ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب کی طرف سے ملنے والی علوشان پر دلالت کرتی ہے۔ (الجلیس الصالح، مجلس ۹۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَن أَرَادَ أَن يَّشُمَّ رَائِحَتِي فَلْيَشُمِ الْوَرْدَ الْأَحْمَرَ (المسندالفردوس)

جو چاہے کہ میری خوشبو سونگھے تو اسے چاہیے کہ وہ گلاب کا پھول سونگھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ الْوَرْدَ مِن بَّهَائِهِ وَجَعَلَهُ رِيحَ أَنبِيَائِهِ فَمَن أَرَادَ أَن يَّنظُرَ إِلَى بَهَاءِ اللّٰهِ وَيَشُمُّ رَائِحَةَ أَنبِيَائِهِ فَلْيَنْظُر إِلَى الْوَرْدِ الْأَحْمَرِ وَلِيَشُمَّهُ

اللہ تعالیٰ نے گلاب کو اپنے جمال سے پیدا کیا اور اسے انبیاء کرام کی خوشبو بنایا، جو شخص اللہ کے حسن و جمال کو دیکھنا چاہے اور اس کے انبیاء کرام کی خوشبو سونگھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ گلاب کی طرف دیکھے اور اسے سونگھے۔ (الفردوس)

الفردوس بماثور الخطاب کے مصنف ابو شجاع دیلیمی ہمدانی ہیں، اس میں انہوں نے یہ روایات جمع فرمائی ہیں، میں اپنے مایہ ناز، قابل فخر استاذ، غزالی دوراں، ترمذی وقت حضرت شیخ موسیٰ روحانی بازی سے جس سال ترمذی شریف پڑھی تھی اس سال میں نے انہیں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں گلاب کا پھول ہوتا تھا وہ اسے سونگھتے ہوئے دارالحدیث

میں تشریف لاتے تھے، اور ان کی تپائی پر رکھے ہوتے تھے، وقفے وقفے سے وہ اس پھول کو سونگھتے رہتے تھے۔

ان روایات کو علامہ ابن جوزیؒ نے موضوعات میں شمار کیا ہے، ابن عساکر نے ان پر کلام کیا ہے، علامہ رضی الدین صغانی حنفیؒ نے بھی ان روایات کو موضوعات میں شمار کیا ہے، محمد طاہر ہندی نے بھی ان روایات کو تذکرۃ الموضوعات میں موضوع شمار کیا ہے، علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے بھی تلخیص تذکرۃ الموضوعات میں ان روایات کو موضوع شمار کیا ہے، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الزیادات علی الموضوعات میں اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔

شب معراج کی پانچ سواریاں

یہ آقا مدنی کریم ﷺ کی شرافت، کرامت، بزرگی اور عظمت کا کس قدر اظہار ہے کہ انہیں زمین سے زمین تک، پھر زمین سے آسمان تک، پھر پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک اور ساتویں سے سدرۃ المنتہیٰ تک، سدرہ سے مقام قاب قوسین تک عظیم الشان اور وی آئی پی (یعنی ویری امپارٹنٹ پرسن) کا پروٹوکول دیا گیا، آپ ﷺ کے لیے اس یادگاری رات میں پانچ سواریوں کا انتظام کیا گیا۔

① ان میں ایک براق تھی، جو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لائی۔
② دوسرے نمبر پر معراج (جنتی سیڑھی) جو مسجد الاقصیٰ سے آسمان اول تک لائی۔
③ تیسری سواری فرشتوں کے پر تھے جو آپ ﷺ کو یہاں سے ساتویں آسمان تک لائے۔
④ چوتھی سواری جبریل امین کے پر تھے جو ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک لائے۔
⑤ پانچویں سواری رفرف تھی جو قاب قوسین تک لائی۔

یہ اعزاز تھا، یہ پروٹوکول تھا، آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، مراد المشتاقین، نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا، ورنہ اللہ کو براق کی، فرشتوں کے پروں کی، جبریل کے

پروں کی، رفرف کی اور معراج (سیڑھی) لانے کی بالکل کوئی ضرورت نہ تھی، وہ اللہ اپنے کن کے اشارے سے فیکون کا جواب پاتا ہے، وہ آنکھ جھپکنے کی مدت میں کہیں سے کہیں پہنچادینے پر قادر ہے، شب معراج میں ان پانچ سواریوں کا انتظام محض آپ ﷺ کی شرافت، کرامت، بزرگی، عظمت اور شان کے اظہار کے لیے کیا گیا، ورنہ وہ قادر وقدیر ذات ہوا کے دوش پر اٹھوا کر اپنے تخت پر لا سکتی تھی۔

معراج رات کو کیوں کرائی گئی؟

حضرت نبی کریم ﷺ کو معراج رات کو کرائی گئی اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو ذہنوں میں ابھرتا ہے، دن کے اجالے میں بھی معراج کرائی جاسکتی تھی تاکہ سب لوگوں کے سامنے ایک بات کھل جاتی کہ آپ ﷺ کس شان بان کے ساتھ براق پر سوار ہو کر برق رفتاری اور سبک خرامی کے ساتھ زمینی فاصلے عبور کرتے ہوئے آسمانوں کی بلندیوں کو چیرتے ہوئے عرش بریں پر جا پہنچے، اہل علم وعرفان کہتے ہیں کہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کو معراج پر لے جانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی عظمت اور رفعت کو مزید چار چاند لگائے جائیں، اس لیے کہ رات میں تنہائی اور خلوت ہوتی ہے، رات میں اختصاص ہوتا ہے، دن میں عموم ہوتا ہے، رات میں بادشاہوں کی مجالست ہوتی ہے، رات کی تاریکی میں بادشاہ صرف اپنے ان لوگوں کو اپنے پاس بلاتا ہے جو انتہائی مقربین ہوتے ہیں، رات کی تاریکی ہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کے ایک طبقے کو شرافت اور بزرگی سے نوازا ہے، رات دن کے لیے اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، دن کے برعکس رات کی تاریکی میں کسی اہم ترین مقصد کو پایا جاسکتا ہے، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک مسافر رات کی تاریکی میں جو منزل سفر طے کرسکتا ہے وہ دن کے اجالے میں طے نہیں کرسکتا، اسی لیے ایک روایت میں ایسا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم پر رات کے ابتدائی حصہ میں سفر کرنا لازم ہے، اس لیے کہ رات میں زمین کی مسافت مختصر ہو جاتی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصہ میں

سفر شروع کر دیتاہے اور جو رات کے ابتدائی حصہ میں سفر شروع کر دیتاہے وہ اپنی منزل کو پالیتاہے۔

رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کو اس لیے معراج کرائی گئی کیونکہ عالم نور میں سے جو چیز اس کی طرف چڑھتی ہے وہ عالم ظلمت سے اوپر چڑھنے والی چیز سے زیادہ شک وشبہ سے دور ہوتی ہے، اور یہ بات عجائبات وغرائب میں بہت زیادہ بلیغ ہے۔

علامہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت نبی کریم ﷺ کو سراج کہا جاتاہے سراج کا معنٰی ہے چراغ، روشنی اور سراج رات کی تاریکی ہی میں روشن کیاجاتاہے، اسی طرح آپ ﷺ کو بدر منیر کہا جاتاہے، اور بدر اندھیری رات میں ہی خوب روشنی پھیلا کر اسے روشن کر دیتاہے۔یہ سارے انسانی تخیلات وتصورات ہیں، اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو رات کی تاریکی میں معراج کیوں کرائی اس کا حقیقی علم اسی عالی ذات کے پاس ہے، کوئی انسان اسے اپنے طور پر نہیں جان سکتاہے، اللہ تعالیٰ تو صرف اتنا آگاہ فرماتے ہیں کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھانا چاہتے تھے۔

خدائی لشکر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ کی سلطنت میں ایسے مردوں کی شکلیں دیکھیں جو ابلق گھوڑوں پر تھے، اسلحہ سے لیس تھے، ان میں سے ایک کی لمبائی ایک ہزار کی مسافت کی ہے، اور گھوڑے بھی اسی طرح ہیں، ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے ہیں، ان کا اگلا سرا معلوم ہوتاہے اور نہ ہی پچھلا سرا دکھائی دیتاہے، آپ ﷺ نے جبریل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے فرمایا، کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا کہ

وَما یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ [المدثر: ۳۱]

اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اترتا ہوں اور اوپر چڑھتا ہوں تو ان لشکروں کو گزرتے ہوئے دیکھتا ہوں، مجھے پتا نہیں چلتا کہ یہ کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟(روح المعانی)

عجائبات وغرائب کے زیر عنوان یہ واقعات بندہ فقیر نے مختلف کتب سے جمع کیے ہیں، ان کی ترتیب کسی کتاب میں موجود نہیں ہے، ممکن ہے کہ ایک واقعہ بعد میں ہوا ہو اور ہم نے اسے پہلے لکھ دیا ہے، اس لیے کوئی پڑھنے والا پریشان نہ ہو، بلکہ وہ ان واقعات کو حقائق کی عینک سے دیکھے اور مطالعہ کرے، عبرت حاصل کرے اور ان سبق آموز واقعات سے سبق حاصل کرے، سفر معراج کے یہ عجیب وغریب واقعات ہیں جو سیرت کی کتب میں موجود ہیں، کسی کتاب میں ایک واقعہ ہے، کسی میں دو ہیں اور کسی میں تین ہیں، مگر سب واقعات یکجا کسی کتاب میں ملنا مشکل ہے، اسی طرح ان واقعات کی ترتیب کا بھی کسی جگہ ذکر نہیں ہے، ہاں سیاق وسباق سے پتا چلتا ہے کہ یہ واقعہ جنت کا ہو سکتا ہے، یہ واقعہ دوزخ دیکھنے سے متعلق ہے، یہ واقعہ آسمانوں کے درمیان خلاء میں رونما ہوا ہو گا، قیاس اور قیافہ سے ہی ان واقعات کو دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ بہر حال جہاں اور جس موقع پر بھی یہ واقعات پیش آئے ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم انہیں یقین کی آنکھ سے دیکھیں اور اطمینانی دل سے ان کا مطالعہ کریں۔

امام الانبیاء ﷺ کی امامت

حضرت نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی، جس میں آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون کی تلاوت کی اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص کی تلاوت کی۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز صرف ذکر ودعا پر مشتمل تھی، اس موقع پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سات صفیں تھیں، تین صفیں ان میں ان کی تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مرسلین بنایا، قاضی زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الروض میں فرمایا کہ یہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ اس میں اس بات کو ظاہر کر دیا جائے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سب کے امام اور پیشوا ہیں، البتہ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو نماز پڑھائی یا ارواح مع ان کے اجساد کے انہیں نماز پڑھائی؟ اس میں بھی اختلاف ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ نماز معراج سے پہلے پڑھائی تھی یا معراج کے بعد پڑھائی تھی؟ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے معراج کے بعد پڑھانے کو درست قرار دیا ہے، جب کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے معراج سے پہلے نماز پڑھانے کو درست قرار دیا ہے، دوسری روایات کو سامنے رکھتے ہوئے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہی کی بات کو ترجیح ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے معراج سے پہلے ہی انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی تھی۔

ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے ہر آسمان پر وہاں کے مقیمین کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ (روح المعانی)

آپ ﷺ کا اسراء اور معراج رات کے ایک حصہ میں ہوا تھا، اسی طرح آپ ﷺ کی واپسی بھی رات کے ایک حصہ میں ہی ہوئی تھی، مگر اس بعض کی مقدار معین نہیں کی جاسکتی کہ کون سا حصہ تھا؟

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس رات میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب عجائبات اور غرائب میں سے ہے۔ بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کا بستر مبارک جس طرح نیند کی وجہ سے پہلے گرم تھا اسی طرح تھا۔ (روح المعانی)

رحمت دو جہاں ﷺ آسمانوں کی بلندیوں پر

اس کے بعد کے مناظر بخاری شریف میں یوں بیان کیے گئے ہیں

فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ: لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ مَعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،(بخاری باب کیف فرضت الصلاۃ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شب میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا، پھر جبریل (علیہ السلام) اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینہ میں ڈال دیا، پھر سینہ کو بند کر دیا، اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان کی طرف لے گئے، جب میں آسمان دنیا پر پہنچا، تو جبریل (علیہ السلام) نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دے، اس نے کہا کون ہے؟ وہ بولے جبریل (علیہ السلام) ہے، پھر اس نے کہا، کیا تمہارے ساتھ کوئی (اور بھی) ہے، جبریل (علیہ السلام) نے کہا ہاں! میرے ہمراہ محمد ﷺ ہیں۔

زیارت آدم

اس کے بعد داروغہ آسمان دنیا نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ

أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ

قِبَلَ يَسَارِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ اليَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الجَنَّةِ، وَالأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى

کیا وہ بلائے گئے تھے؟ جبریل (علیہ السلام) نے کہا ہاں! جب دروازہ کھول دیا گیا، تو ہم آسمان دنیا کے اوپر چڑھے، یکایک ایک ایسے شخص پر نظر پڑی، جو بیٹھا ہوا تھا، اس کی داہنی جانب کچھ لوگ تھے اور اس کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے، جب وہ اپنی داہنی جانب دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو رو دیتے، انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا کہ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، میں نے جبریل (علیہ السلام) سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم ہیں اور یہ لوگ ان کے دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں جانب جنت والے ہیں اور بائیں جانب دوزخ والے، اسی لئے جب وہ اپنی داہنی جانب نظر کرتے ہیں، تو ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں، تو رونے لگتے ہیں۔

انبیاء سے ملاقات

یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے اور اس کے داروغہ سے کہا کہ (دروازے) کھول دے، تو ان سے داروغہ نے اسی قسم کی گفتگو کی، جیسے پہلے نے کی تھی، پھر (دروازہ) کھول دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے آسمانوں میں آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی اور یہ نہیں بیان کیا کہ ان کے مدارج کس طرح ہیں، سوا اس کے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا میں اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں پایا۔

ادریسؑ و موسیٰؑ کے پاس سے گزر

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر جب جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کو لے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انہوں نے کہامَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ (آپ ﷺ فرماتے ہیں) میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو انہوں نے مجھے دیکھ کر کہامَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ میں نے (جبریل سے) پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

عیسیٰؑ اور ابراہیمؑ کے پاس سے گزر

پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

حضرت آدم کی دائیں جانب ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت عمدہ خوشبو آتی ہے، جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو مسرور ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ (زرقانی شرح مواہب ۶/۶۰)

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اپنی کتاب سیرت مصطفے ﷺ میں لکھتے ہیں کہ

دوسرے آسمان پر یحیٰ اور عیسیٰ سے ملاقات ہوئی، جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ یہ یحیٰ اور عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجیے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان دونوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا، مرحبا کہا، تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی، ان سے سلام وکلام ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن وجمال کا ایک بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں، بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ ہے، جو ٹھیک خانہ کعبہ کے مقابل اوپر ہے، بالفرض اگر کوئی پتھر وہاں سے گرے تو عین خانہ کعبہ کے اوپر آن لگے، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں، جو ایک بار بیت المعمور کا طواف کرلیتا ہے قیامت کی صبح تک اس کی دوبارہ باری نہیں آئے گی، جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ انہیں سلام کیجیے، آپ ﷺ نے سلام کیا، آپ ﷺ نے سلام کیا پھر ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سلام کا جواب دیا اور انہیں مرحبا کہا، صالح بیٹا کہا، نبی صالح کہا۔ (ملخص)

سیرت نگاروں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق سات آسمانوں پر حضرات انبیاء کرام کی ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے، مگر ابتدائی راویوں کے نزدیک بھی کوئی متعین بات نہیں کہ کون سا نبی کس آسمان پر آپ ﷺ سے ملا، علامہ شبلی نعمانیؒ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم اور چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات کا ذکر کیا ہے، جب کہ اس بات کی وضاحت بھی فرمائی کہ حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے مجھ سے پیغمبروں کے منازل کی تعیین نہیں بیان کی۔ (سیرت النبی ﷺ ۱/۲۲۳)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے الاسراء والمعراج میں دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ بن مریم، حضرت یحیٰ بن زکریا سے ملاقات کا ذکر کیا ہے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف کی ملاقات کا ذکر کیا ہے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس کی ملاقات کا ذکر کیا ہے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر کیا ہے، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر کیا ہے، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر کیا۔

نماز کی فرضیت

ابن حزم رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں یہ فریضہ لے کر لوٹا، تو موسیٰ علیہ السلام پر گزرا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ

يَا مُحَمَّدُ، مَاذَا عَهِدَ إِلَيْكَ رَبُّكَ؟

اللہ نے آپ کو کیا چیز عطا فرمائی ہے؟ (مراد آپ کی امت کے لیے)

میں نے کہا کہ

عَهِدَ إِلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ

اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔(یعنی میری امت کے لیے)

انہوں نے (یہ سن کر) کہا کہ

إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ وَعَنْهُمْ

اپنے اللہ کے پاس لوٹ جایئے، اس لئے کہ آپ کی امت (اس قدر عبادت کی) طاقت نہیں رکھتی، تو اللہ آپ سے اور آپ کی امت سے اسے کم کر دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایسا فرمانے پر حضرت نبی کریم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا، گویا کہ آپ ﷺ جبریل امین علیہ السلام سے اس بارے میں مشورہ طلب کر رہے تھے، چنانچہ جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ہاں کر دی، جبریل علیہ السلام کے کہنے پر آپ ﷺ پھر اوپر تشریف لے گئے، اللہ جل شانہٗ سے اسی مقام پر ملاقات ہوئی اور عرض کی کہ

يَا رَبِّ، خَفِّفْ عَنَّا، فَإِنَّ أُمَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ هَذَا

اے میرے رب! ہم سے کم کر دیجیے، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔

اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے دس نمازوں کو کم کر دیا، پھر آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی نمازیں کم کر دی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی کہا کہ اپنے پروردگار سے رجوع کیجئے، کیونکہ آپ کی امت (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتی، پھر میں نے رجوع کیا تو اللہ نے ایک حصہ اس کا (اور) کم کر دیا۔

پھر میں ان کے پاس لوٹ کر آیا اور بیان کیا تو وہ بولے کہ آپ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جائیں، کیونکہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ پھر میں نے اللہ سے رجوع کیا تو اللہ نے فرمایا کہ اچھا (اب) یہ پانچ (رکھی) جاتی ہیں اور یہ (در حقیقت باعتبار ثواب کے) پچاس ہیں، میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی۔

تفسیر ابن کثیر کے مطابق نبی کریم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمانے پر اتنی مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نمازوں کی کمی کی درخواست کرتے رہے کہ نمازیں صرف پانچ رہ گئیں، تو آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ

يَا مُحَمَّدُ، وَاللَّهِ لَقَدْ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَوْمِي عَلَى أَدْنَى مِنْ هَذَا، فَضَعُفُوا فَتَرَكُوهُ، فَأُمَّتُكَ أَضْعَفُ أَجْسَادًا وَقُلُوبًا وَأَبْدَانًا وَأَبْصَارًا وَأَسْمَاعًا، فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ

اے محمد! (ﷺ) میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اس سے بہت کم بات پر ترغیب دی تو انہوں نے کمزوری دکھائی اور اسے چھوڑ دیا، تو آپ کی امت تو جسم، دل، بدنوں، آنکھوں اور کانوں کے لحاظ سے بہت ہی کمزور ہے وہ اسے کیسا پورا کر سکے گی؟ اس لیے اللہ کے پاس جایئے اور اپنے لیے اور اپنی امت کے لیے کمی کروایئے۔

آپ ﷺ نے اب کی بار بھی جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں، جبریل علیہ السلام نے ایک بار بھی اسے ناپسند نہیں کیا، اس پر بھی آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

يَا رَبِّ، إِنَّ أُمَّتِي ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ فَخَفِّفْ عَنَّا فَقَالَ: الْجَبَّارُ: يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ قَالَ: إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، كَمَا فَرَضْتُ عَلَيْكَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ: كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، فَهِيَ خَمْسُونَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ وَهِيَ خَمْسٌ عَلَيْكَ،

اے میرے رب! میری امت کے اجسام، ان کے دل، ان کے کان اور ان کے بدن کمزور ہیں اس لیے ہم سے کمی کر دیجیے، جبار نے فرمایا، اے محمد! آپ ﷺ نے فرمایا، میں حاضر ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ میری بات میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی، جیسے میں نے آپ پر اصل کتاب میں فرض کیا ہے، ہر نیکی کے بدلے دس ہیں، یہ پچاس نمازیں اصل کتاب میں ہیں اور آپ پر پانچ فرض کی جاتی ہیں۔

پھر آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ

خَفَّفَ عَنَّا، أَعْطَانَا بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا

اللہ تعالیٰ نے ہم سے کمی کر دی ہے، ہمیں ہر نیکی کے عوض اس جیسی دس نیکیاں دیں۔

اس پر بھی حضرت موسیٰ نے انہیں واپس جا کر ان پانچ سے بھی کم کروانے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ

قَدْ وَاللَّهِ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ فَتَرَكُوهُ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ أَيْضًا. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا مُوسَى قَدْ -وَاللَّهِ- اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي مِمَّا أَخْتَلِفُ إِلَيْهِ

اللہ کی قسم! میں نے بنی اسرائیل کو اس سے کم پر ترغیب دی مگر انہوں نے اسے چھوڑ دیا، اس لیے آپ اپنے رب کے پاس جائیے اور اسی طرح کم کروائیے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اللہ کی قسم! مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس سے بھی کم کرواؤں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نیچے اتریے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف روانگی

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے روانہ کیا گیا، یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہی پہنچایا گیا اور اس پر بہت سے رنگ چھا رہے تھے، میں نہ سمجھا کہ یہ کیا ہیں؟ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا (تو کیا دیکھتا ہوں) کہ اس میں موتی کی لڑیاں ہیں اور ان کی مٹی مشک ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ، فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا غَشِيَهَا تَغَيَّرَتْ، فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَصِفَهَا مِنْ حُسْنِهَا (مسنداحمد)

پھر وہ مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گیا، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے، اس کے پھل ہجر بستی کے مٹکوں جیسے تھے، جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ان چیزوں نے ڈھانپ لیا جنہوں نے ڈھانپا تو وہ بدل گیا (یعنی پہلی حالت نہ رہی) اس میں بہت زیادہ حسن آ گیا اس وقت اس کے حسن کا یہ عالم تھا کہ اللہ کی مخلوق سے کوئی بھی اس کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا۔

رحمتِ دوعالم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر

سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں مگر بیری کا درخت کیا ہے ؟ اس کا تصور بالکل اسی طرح ناممکن ہے جس طرح جنت کی راحتوں اور جہنم کی تکلیفوں کا اندازہ اس دنیا میں لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ چیزیں انسان اپنے مشاہدہ کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتا۔ مثلاً

نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت ایسی ہے کہ نہ کسی کان نے سنا نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے دل پر اس کا تصور بھی گذرا ہے۔

اسی طرح سدرہ بیری کا ایک درخت ہے اس کی صحیح کیفیات کا علم اللہ کو ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے کہ یہ آسمان پر تمام بھلائیوں اور احکامات الٰہی کا ایک ایسا سنگم ہے کہ اللہ کی طرف سے جو بھی احکامات آتے ہیں پہلے وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح اس دنیا کے تمام اعمال پہلے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اللہ کے حکم پر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ

یہ اتنا بڑا اور تناور درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان تک ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ وہ ہے جس کے پاس "جنت الماویٰ "یعنی وہ جنت ہے جس میں اہل ایمان کو رکھا جائے گا اور اہل ایمان و صاحبان تقویٰ کے لئے بہترین قیام گاہ ہو گی۔ (حسن بصری)

حضرت نبی کریم ﷺ نے سدرہ کو دیکھا، جو ایک بیری کا درخت ہے، آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ

يَخْرُجُ مِنْ سَاقِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ مَا هَذَانِ؟ قَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ

بیری کے تنے سے دو نہریں نکلتی ہیں، دو ظاہری اور دو باطنی، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو جبریل نے بتایا کہ دو باطنی نہریں جنت میں ہیں اور ظاہری دو نہریں نیل اور فرات ہیں۔(مسند احمد)

سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّ الفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ، أَوْ يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ،

اس کی گنجان شاخوں کے سایہ میں چلنے والا سوار سو سال چلتا رہے یا سو سوار لوگ اس کے سائے میں سایہ حاصل کر سکتے ہیں۔(سنن ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے سدرہ کی طرف اٹھایا گیا تو میں نے سدرہ کے پاس بہت بڑا نور دیکھا۔(سنن ترمذی)

اسی سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبریل امین کو آپ ﷺ نے دیکھا تو اس بارے میں فرمایا تھا کہ میں نے جبریل کو سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں، ان کا ایک پر اتنا ہے جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔(مسند احمد)

یہی وہ مقام ہے جہاں آپ ﷺ نے حق جل شانہ کی عجیب وغریب انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور پروانے دیکھے جو سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپے ہوئے تھے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ (انتہا کی بیری کا درخت) تک پہنچے، اس درخت پر شان ربانی (امر اللہ) کا پرتو تھا، جس نے آکر جب اس کو چھالیا تو اس کی ہیئت بدل گئی، اور اس میں حسن کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جس کو کوئی زبان بیان نہیں کر سکتی اور اس میں رنگ برنگ کے ایسے انوار کی تجلی نظر آئی جن کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے، یہی وہ مقام ہے جہاں سے چیزیں نیچے زمین پر اترتی ہیں، اور زمین سے چڑھ کر اوپر وہاں جاتی ہیں، یہاں پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصلی کمال صورت میں آپ ﷺ کے سامنے نمودار ہوئے، پھر

شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت الفاظ کے بوجھ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ (سیرت النبی ۱/۲۲۷)

قلم قدرت چلنے کی آواز

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حبہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پھر مجھے اوپر لے گئے، یہاں تک کہ میں ایک ایسے بلند مقام میں پہنچا، جہاں (فرشتوں کے) قلموں کی کشش کی آواز میں نے سنی۔

علامہ شبلی نعمانیؒ سیرت النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ

اس کے بعد حضرت جبریل آپ ﷺ کو اور اوپر لے گئے اور آپ ﷺ اس مقام پر پہنچے جہاں قلم (قدرت) کے چلنے کی آواز آتی تھی۔ (سیرت النبی ﷺ ۱/۲۲۳)

مقامِ مستویٰ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میرے لیے مقام مستویٰ ظاہر ہو گیا، جہاں قلموں کے لکھنے کی آواز آ رہی تھی، یعنی جو قلمیں مخلوق کی تقدیر لکھ رہی تھیں۔ (بخاری، مسلم)

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہو گئے تھے کہ صرف ستر ہزار پردے نور کے درمیان میں رہ گئے تھے۔

علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ

یہاں تک کہ میں مقام مستویٰ پر چڑھا جہاں قلموں کے چلنے کی آوازیں سن رہا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بلند ہوا، میں مقام مستویٰ پر چڑھا۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ میں مصعد پر چڑھا، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد مکان مستویٰ ہے اور صریف الاقلام کا مطلب ہے کتابت کے دوران قلموں کے چلنے کی آواز۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ صریف الاقلام سے مراد وہ آواز ہے جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی تقدیریں، اللہ تعالیٰ کی وحی، وہ چیزیں جو لوح محفوظ سے منسوخ کی جاتی ہیں، یا وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ لکھی جائیں، اور اس کے احکامات اور تدبیروں سے اٹھائی جائیں کو لکھنے کی وجہ سے قلموں سے پیدا ہوتی ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں ہیں کہ یہ بات مذہب اہل سنت والجماعت کے لیے حجت ہے، کہ وحی الٰہی اور تقدیریں اللہ کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، قلموں کے ساتھ لکھنے کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کیسی ہے؟ اس پر قرآنی آیات میں اور صحیح احادیث میں بیان موجود ہے، قلموں کے لکھنے کی آواز کا ظاہری مفہوم تو سمجھ میں آتا ہے مگر ان کی کیفیت، ان کی صورت و شکل اور ان کی جنس اللہ ہی بہتر جانتا ہے یا جس کو اللہ تعالیٰ اس پر مطلع کردے اسی کو پتا ہے، جن کو مطلع کیا جاتا ہے وہ یا تو فرشتے ہیں یا انبیاء ورسل ہیں۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ان باتوں کی تاویل وہی کر سکتا ہے یا ان باتوں کو محال وہی سمجھ سکتا ہے جس کی نظر کمزور ہو یا جس کا ایمان کمزور ہو، کیونکہ یہ باتیں شریعت مطہرہ میں آئی ہیں، عقلی دلائل انہیں محال نہیں قرار دے سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں، وہی فیصلہ فرماتے ہیں جو ارادہ کرتے ہیں، یہ اللہ کی حکمت ہے، اور ان پوشیدہ باتوں کو ان لوگوں کے لیے ظاہر کرنا ہے جن کے لیے اللہ ظاہر کرنا چاہتا ہے، وہ فرشتے ہوں یا اس کی ساری مخلوق میں سے کوئی بھی ہو، ورنہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو لکھوانے سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے، اسے لکھوانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جس بلندی تک رسائی فرمائی یہ اشارہ کرتی ہے کہ آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء ورسل سے اونچا ہے، اور جہاں تک آپ ﷺ پہنچ گئے یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ بہت ہی بلند مرتبے پر فائز ہیں، اس قدر بلند مقام پر آپ ﷺ کو پہنچانے سے مقصود آپ ﷺ کی فضیلت کو ظاہر کرنا بھی ہے۔

بزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شب معراج میں براق پر چلنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام پردہ کے پاس آئے، اور ایسے کلمہ کا ذکر کیا، فرمایا کہ پردے کے پیچھے سے ایک فرشتہ نکلا، جس کو دیکھ کر جبریل نے کہا کہ

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّ هَذَا الْمَلَكَ مَا رَأَيْتُهُ مُنْذُ خُلِقْتُ وَإِنِّي أَقْرَبُ الْخَلْقِ مَكَانًا

اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا جب سے مجھے پیدا کیا گیا ہے میں نے یہ فرشتہ نہیں دیکھا حالانکہ میں مکان کے لحاظ سے ساری مخلوق سے زیادہ قریب ہوں۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام مجھ سے جدا ہو گئے اور آوازیں بند ہو گئیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے، اس لیے کہ احادیث میں مقام صریف الاقلام کا عروج سدرۃ المنتہیٰ کے بعد لفظ ثم سے ذکر کیا گیا ہے، نیز سدرۃ المنتہیٰ کو اس لیے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں ان کا منتہیٰ یہی مقام ہے۔

معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر کوئی اور مقام ہے، جہاں سے تدابیر عالم کے متعلق احکام تکوینیہ کا نزول ہوتا ہے، وہ یہی مقام صریف الاقلام ہے، گویا کہ مقام صریف الاقلام تدابیر الٰہی وتقادیر خداوندی کا بلا تشبیہ وتمثیل مرکزی دفتر اور صدر مقام

ہے، سدرۃ المنتہیٰ اور جنت اور جہنم کے بعد حضور ﷺ کو اس مقام کا معائنہ کرایا گیا، نیز روایات حدیث میں نمازوں کی فرضیت اور مکالمہ خداوندی کا ذکر صریف الاقلام کے بعد آیا ہے، اس سے بھی یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے۔ واللہ اعلم۔ (سیرت مصطفیٰ ﷺ ۱۳۴۰)

بارگاہ الٰہی سے تین عطیات

علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کو بارگاہ الٰہی سے تین عطیے مرحمت ہوئے، سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں جن میں اسلام کے عقائد وایمان کی تکمیل اور اس کے دور مصائب کے خاتمہ کی بشارت ہے، رحمت خاص نے مژدہ سنایا کہ امت محمدی میں سے ہر ایک جو شرک کا مرتکب نہ ہوا ہو، کرم مغفرت سے سرفراز ہوگا اور ندا آئی امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی۔ سیرت النبی ۱/۲۲۷)

جنت الماویٰ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جس میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی ارواح کو رکھا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ جنت نہیں ہے جو آخرت میں ملنے والی ہے۔

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اس جنت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جس کے بارے میں متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ شہیدوں کی جنت ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ فرشتوں کی جنت ہے۔ (کبیر)

سدرہ سے آگے

جب نبی کریم (ﷺ) سدرۃ المنتہیٰ سے آگے لے جائے گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ چیزیں جو سونے کے پروانوں کی طرح روشن ومنور تھیں وہ اس بیری کے درخت سے چمٹی اور لپٹی ہوئی ہیں۔

روایات کے مطابق یہ فرشتے تھے جو اس درخت سے اتنی بڑی تعداد میں لپٹے ہوئے تھے کہ ہر پتے پر ایک فرشتہ نظر آرہا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ خاتم الانبیاء سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آج کی رات یہاں تشریف لارہے ہیں تو فرشتوں نے درخواست پیش کی کہ ہم بھی نبی کریم (ﷺ) کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی، معلوم ہوا کہ اس رات اللہ کی خصوصی تجلیات کا ظہور تھا جس کی بنا پر اللہ کے فرشتے بھی آپ کی آمد کے منتظر تھے۔

جب حضرت جبریل علیہ السلام اس مقام پر پہنچے تو نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے ایک قدم بھی آگے بڑھاؤں گا تو اللہ کی تجلی مجھے جلا کر راکھ کر دے گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو مجھے بادل کی طرح کی چیز نے گھیر لیا او میں سجدہ میں گر گیا۔ پھر اللہ کی طرف سے رف رف سواری بھیجی گئی اور میں رنگ و نور کے درمیان آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ (تفسیر بصیرت قرآن)

تفسیر روح البیان میں حضرت نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی منقول ہے کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے، سدرہ وہ درخت ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر، جنت کے کنارے پر واقع ہے، زمین والوں میں سے نیک بخت لوگوں کے اعمال لے کر فرشتے یہاں تک پہنچتے ہیں، اس کی طرف عرش سے احکامات اترتے ہیں، رحمانی انوارات یہاں اترتے ہیں، اس درخت کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں، شکل یعنی گولائی میں نہ کہ بڑا ہونے میں۔

بعض روایات کے مطابق سدرہ کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک ایک پتے کے سائے میں ساری مخلوق آجائے، اس کے سائے میں ایک سوار ستر سال تک چلتا رہے تو سایہ ختم نہیں ہو سکتا، سدرہ کا پھل بستی ہجر کے بڑے مٹکوں کی طرح ہے، یہ درخت

ایسا ہے جو دونوں جہان کے درمیان برزخی حد ہے، اس کی ٹہنیاں اہل جنت کے لیے اللہ کی نعمت ہیں، اس کی جڑیں اہل دوزخ کے لیے زقوم ہیں۔ (تفسیر روح البیان)

ایک روایت میں اس درخت کے پتے کا یوں ذکر فرمایا گیا کہ

تَكَادُ الوَرَقَةُ تُغَطِّي هٰذِهِ الأُمَّةِ (سيرة حلبيه)

قریب ہے کہ اس درخت کا ایک پتا اس امت کو ڈھانپ لے۔

ایک روایت میں ہے کہ

لَو أَنَّ الوَرَقَةَ الوَاحِدَةَ ظَهَرَت لَغَطَّت هٰذِهِ الدُّنيَا(السيرة الحلبيه)

اگر ایک پتا ظاہر ہو جائے تو اس دنیا کو ڈھانک لے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی ٹہنیاں کرسی کے نیچے ہیں، حضرت وھب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرش اور کرسی دونوں ہی ساتویں آسمان کے اوپر ہیں۔

یہاں رسول کریم ﷺ نے فرشتوں کو نماز پڑھائی، بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے امام تھے، یہاں فرشتوں کے امام بنے، یوں آپ ﷺ کی اہل زمین اور اہل آسمان پر فضیلت ظاہر ہوئی۔ (روح البیان)

اس درخت کی جڑوں سے چار نہریں نکلتی ہیں، دو نہریں ظاہری ہیں اور دو باطنی، ظاہری نہریں نیل (مصر کا دریا) وفرات (کوفہ کا دریا) تھیں، علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت نیل و فرات کی شاداب وادیوں کو اپنا وطن بنائے گی، یعنی یہاں کے باشندے نسلاً بعد نسل مسلمان ہوں گے، یہ نہیں کہ ان دونوں نہروں کے پانی کا منبع جنت میں ہے اور باطنی دو نہریں کوثر اور نہر رحمت ہیں، دریائے نیل کی مٹھاس اور شیرینی کو بحر اخضر کی نمکینی ختم کر دیتی ہے، ورنہ مٹھاس کی وجہ سے کوئی اس کا پانی پی نہیں سکتا تھا۔

دریائے فرات کی تاریخ میں ایک ایسا وقت گزرا جب اس میں ایک انار دیکھا گیا، جو اونٹ جتنا موٹا تھا، اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ جنتی انار تھا، صاحب روح البیان کہتے

ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ انار ان باغات کا ہو جنہیں جنان الارض کہا جاتا ہے، ورنہ جنت کا پھل زمین پر کیسے پایا جا سکتا ہے، علامہ ابن الجوزی نے اسے روایات واہیہ میں شمار کیا ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ

مَا مِن يَوم إلَّا وَيَنزلُ مَاء مِّنَ الجَنَّةِ فِي الفَرَاتِ(سيرة حلبيه)

کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ فرات میں جنت سے پانی نہ اترتا ہو۔

کوثر و سلسبیل

سدرہ کی جڑ میں ایک چشمہ ہے، جسے سلسبیل کہا جاتا ہے، اس سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک کا نام کوثر ہے اور دوسری کا نہر الرحمۃ، سیرت حلبیہ کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس نہر میں غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری اگلی پچھلی ساری معاف کر دیں۔ (سیرت الحلبیہ)

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں، وہ نیل، فرات، سیحون اور جیجون ہیں، اسی طرح طبرانی میں ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں، ایک وہ جس کا پانی بدبودار نہیں ہے، ایک دودھ کی جس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہے، ایک شراب کی جس میں پینے والوں کے لیے لذت ہے، ایک خالص شہد کی، علامہ حلبی کہتے ہیں کہ ان روایات میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے شہد کی نہر کہا گیا ہے وہ دریائے نیل ہے، کیونکہ دریائے نیل اگر حبشیوں کے دریا میں ملنے سے پہلے بحر الاخضر میں نہ ملتا تو اس کا پانی مٹھاس کی وجہ سے پیا نہیں جا سکتا تھا، اس کے ساتھ ملنے کی وجہ سے اس میں نمکینی آ گئی ہے، دودھ کی نہر جیجون ہے، شراب کی نہر فرات کی نہر ہے، پانی کی نہر سیحون کی نہر ہے۔ (سیرت حلبیہ)

سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کے پتنگوں نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے، سدرہ کے ہر پتے پر فرشتے موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے فرشتے بڑی تعداد میں بڑے شوق کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کے لیے اس درخت کے پاس زیارت کے لیے آتے ہیں، جس طرح انسان خانہ کعبہ کی طرف شوق ذوق کے ساتھ آتے ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل امین کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اپنی اصل شکل میں دیکھا، جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا، جبریل امین کے چھ سو پر تھے، ہر ایک پر نے آسمان کے کناروں کو ڈھانکا ہوا تھا، ان کے پروں سے یاقوت اور موتی بکھر رہے تھے، اسی طرح ایک بار جبریل امین کو ان کی اصلی شکل میں زمین پر دیکھا تھا۔

جبریل کے بڑھتے قدم رک گئے

جس سفر کی ابتدا ام ہانی کے گھر سے ہوئی تھی، جو سفر مدینہ شریف، مدین، بیت اللحم کے راستوں سے گزرتا ہوا بیت المقدس اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں کو طے کرتے کرتے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تھا، اس سارے سفر میں نورانی مخلوق کے اہم ترین فرد حضرت جبریل امین نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہے، مگر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر جبریل کے بڑھتے قدم رک گئے، آگے بڑھنے کی بجائے جبریل پیچھے ہٹنے لگے، جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا

أَفِي مِثْل هَذَا المَقَام يَترُكُ الخَلِيلُ خَلِيلَهُ

کیا ایسی جگہ پر پہنچ کر کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑ دیتا ہے؟

حضرت جبریل امین فرمانے لگے کہ اگر میں یہاں سے آگے بڑھوں تو جل جاؤں، ایک روایت کے مطابق جبریل امین نے فرمایا کہ

لَوْ دَنَوْتُ أُنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ(تفسیرکبیرللرازی)

اگر یہاں سے ایک پورا بھی آگے بڑھوں تو میرے سارے پر جل جائیں۔
ع شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی منظر کی یوں عکاسی کی ہے

چناں گرم درتیہ قربت براند... کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند

بدو گفت سالار بیت الحرام... کہ اے حامل وحی برتر خرام

چو در دوستی مخلصم یافتی... عنانم ز صحبت چرا تافتی

بگفتا فراتر مجالم نماند... بماندم کہ نیروی بالم نماند

اگر یک سر موئے برتر پرم... فروغ تجلی بسوزد پرم

جبریل امین کی استدعا

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل امین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا

يَا جِبرِيلُ هَل لَكَ مِن حَاجَةٍ اِلَى رَبِّكَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ سَلِ الله لى اَن اَبسُطَ جَنَاحِى عَلى الصِّراطِ لأُمَّتِكَ حَتَّى يَجُوزُوا عَلَيهِ

اے جبریل! کیا آپ کا اللہ کی بارگاہ میں کوئی کام ہے؟ جبریل نے عرض کی، اے محمد! اللہ تعالیٰ سے درخواست کیجیے کہ وہ مجھے اجازت دیں تو میں پل صراط پر آپ ﷺ کی امت کے لیے اپنے پر بچھادوں تاکہ وہ ان پروں کے اوپر سے گزر جائیں۔

رحمتِ کائنات ﷺ جنت میں

سدرۃ المنتہٰی کے بعد آپ ﷺ کو جنت کی سیر کرائی گئی، جس کے گنبد موتیوں کے اور مٹی مشک کی تھی، اس کے انار ڈولوں کی طرح تھے، اس کے پرندے اونٹوں کی طرح تھے، جنت میں آپ ﷺ نہر کوثر تک پہنچ گئے، اس کے برتن سونے اور چاندی کے تھے، اس نہر میں سے آپ ﷺ نے پانی پیا، جو شہد سے زیادہ میٹھا تھا، مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں نے جنت کے داروغہ رضوان کو دیکھا، جب رضوان نے مجھے دیکھا تو میری وجہ سے خوش ہوگیا، مجھے مرحبا کہا، اس نے مجھے جنت میں داخل کیا اور جنت کے عجائبات مجھے دکھائے، جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں سے وعدہ کر رکھا ہے، جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہے، کسی کان نے سنا نہیں ہے، میں نے جنت میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مراتب اور درجات دیکھے۔

جنت میں میں نے نہریں اور چشمے دیکھے، میں نے ایسی آوازیں سنیں جو کہہ رہی تھیں کہ آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ہم رب العالمین پر ایمان لائیں، میں نے پوچھا، اے رضوان! یہ آوازیں کیا ہیں؟ رضوان نے کہا کہ یہ آوازیں فرعونی جادوگروں اور ان کی بیویوں کی ہیں، اس کے بعد میں نے لَبَّیكَ اَللّٰهُمَّ کی آوازیں سنیں، تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ رضوان نے کہا کہ یہ حاجیوں کی روحیں ہیں، میں نے تکبیر سنی، تو رضوان نے کہا کہ یہ مجاہدین کی آوازیں ہیں، میں نے تسبیح سنی تو رضوان نے کہا کہ یہ حضرات انبیاء کرام ہیں، میں نے نیکوکاروں کے محلات بھی دیکھے۔ (روح البیان)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا فِي الدُّنْيَا ثَمَرَةٌ حُلْوَةٌ وَلَا مُرَّةٌ إِلَّا وَهِيَ فِي الْجَنَّةِ حَتَّى الْحَنْظَلَةُ (ابن کثیر، روح)

دنیا میں میٹھا اور کڑوا کوئی پھل ایسا نہیں ہے جو جنت میں نہ ہو یہاں تک کہ ایلوا بھی جنت میں ہے۔ تفسیر بغوی میں اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ صرف اتنی بات ہے کہ جنت میں حنظل (یعنی ایلوا) میٹھا ہوگا۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وَالَّذِي نَفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَقطِفُ رَجُل ثَمَرَةً مِّنَ الْجنَّة فَتَصِلُ إِلَى فِيهِ حَتَّى يُبَدِّلَ الله مَكَانَهَا خَيراً مِنْهَا(تفسیر درمنثور)

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، آدمی جنت کا پھل چنے گا تو وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس سے بہتر بدل دیں گے۔

جنت کے تمام ہی پھل میٹھے ہوں گے، اگرچہ سب ہی دنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے۔

جنت کی آواز

پھر آپ ﷺ ایک ایسی وادی پر تشریف لائے،

فَوجدَ ريحًا طيبَة بَارِدَة وريح مسك وَسمع صَوتا فَقَالَ يَا جبرئيل مَا هَذَا قَالَ هَذَا صَوت الْجنَّة تَقول يَا رب إيتني بِمَا وَعَدتَني فَقَد كَثُرَت غُرَفِي وَاستَبرَقِي وَحَرِيرِي وَسُندُسِي وَعَبقَرِيي وَلُؤلُؤِي وَمَرجَانِي وَفِضَّتِي وَذَهَبِي وَأَكوَابِي وَصَحَافِي وَأَبَارِيقِي وَمَرَاكِبِي وَعَسَلِي وَمَائِي وَلَبَنِي وَخَمرِي فَآتنِي مَا وَعَدتَنِي فَقَالَ لَكَ كُلُّ مُسلِم وَّمُسلِمَةٍ وَّمُؤمِن وَّمُؤمِنَةٍ قَالَت رَضِيتُ

جہاں آپ ﷺ نے خوشبودار، ٹھنڈی ہوا کے جھلے محسوس کیے، مشک کی خوشبو پائی اور ایک آواز سنی تو پوچھا، اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل امین نے فرمایا، یہ جنت کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے، اے میرے رب! میرے ساتھ جو تو نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے دے، میرے بالاخانے بڑھ گئے ہیں، میرے ریشم، حریر (سلک)، سندس (دیبا، ریشم، اطلس)، میرے عبقر (نفیس اور عمدے کپڑے)، میرے موتی، میرے مرجان (مونگا، موتی)، میری چاندی، میرا سونا، میرے پیالے، میرے طشت، میرے لوٹے، میری سواریاں، میرا شہد، میرا پانی، میرا دودھ، میری شراب بہت بڑھ چکی ہے، اس لیے تو نے جو میرے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر مسلمان مرد، ہر مسلمان عورت، ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت تیرے لیے ہے، جنت کہتی ہے میں راضی ہوں۔ (الخصائص الکبری لشیخ جلال الدین سیوطی)

جنت کے دروازے پر کلمہ طیبہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ
مَكْتُوب عَلى بَابِ الْجنَّة لَا اله إِلَّا الله مُحَمَّد رَسُولُ الله(ابن عساکر،الخصائص)
جنت کے دروازے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح علامہ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
مَا فِي الْجنَّةِ شَجَرَة عَلَيْهَا وَرَقَة إِلَّا مَكْتُوب عَلَيْهَا لَا إِلَه إِلَّا الله مُحَمَّد رَسُولُ الله
جنت میں کوئی پتہ دار درخت ایسا نہیں ہے جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ لکھا ہوا ہو۔

جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل

طبرانی اور حاکم میں شیخین کی شرط پر ایک صحیح روایت ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ
لَمَّا دَخَلتُ الجَنَّةَ أَتَيتُ عَلى قَصر مِّن ذَهَبٍ مُرَبَّع مُشرَف، فَقُلتُ: لِمَن هٰذَا القَصرُ؟ فَقَالُوا:لعمر بن الخطّاب
جب میں جنت میں داخل ہوا تو ایک محل پر آیا، جو سونے کا تھا، چوکور تھا، بلند تھا، میں نے پوچھا کہ یہ عالی شان محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب کا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ
مَن قَرأَ بَعدَ كُلّ صَلَاةٍ مَّكتُوبَةٍ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ بَنَى الله لَه قَصراً في الجَنَّةِ، وَمَن قَرأَهَا عِشرِينَ مَرَّةً بَنَى الله لَه قَصرَينِ في الجَنَّةِ
جو شخص ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورت الاخلاص پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنائیں گے، جو بیس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں دو محل بنائیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

إذاً تَكَثَّر قُصُورُنَا يَا رسُولَ الله؟، قَالَ: فَضلُ الله أَوسَعُ مِن ذٰلِكَ
پھر تو یارسول اللہ! ہمارے محلات بہت زیادہ ہو جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔(طبرانی، حاکم)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ فَقَالَ: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، ثُمَّ سِرْتُ هُنَيْئَةً فَرَأَيْتُ قَصْرًا هُوَ أَحْسَنُ مِنَ الْقَصْرِ الْأَوَّلِ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ فَقَالَ: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَإِنَّ فِيهِ لِمَنَ الْحُورِ الْعَيْنِ، فَمَا مَنَعَنِي أَنْ أَدْخُلَهُ إِلَّا مَا عَرَفْتُ مِنْ غَيْرَتِكَ يَا أَبَا حَفْصٍ، فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟

میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں میں نے ایک محل دیکھا، پھر میں نے پوچھا کہ اے جبریل! یہ محل کس کا ہے؟ جبریل نے فرمایا، یہ محل عمر بن الخطاب کا ہے، پھر میں کچھ دیر چلا تو اس سے بھی خوبصورت محل دیکھا، پھر میں نے پوچھا کہ اے جبریل! یہ محل کس کا ہے؟ جبریل امین نے فرمایا، یہ عمر بن الخطاب کا ہے، اس محل میں حور العین تھی، آپ ﷺ نے حضرت عمر کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابو حفض! تیری غیرت کی وجہ سے میں اس محل میں داخل نہیں ہوا، حضرت عمر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میں آپ ﷺ پر غیرت کروں؟(فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو بلایا، پھر ان سے فرمایا

يَا بِلَالُ بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ، مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي أَنِّي دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ، فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟» قَالَ: مَا أَحْدَثْتُ إِلَّا تَوَضَّأْتُ، فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «بِهَذَا

اے بلال! تم کس عمل کے باعث جنت میں مجھ سے آگے ہوئے؟ میں رات کو جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے تیرے قدموں کی چاپ سنائی دی، بلال حبشی نے عرض کیا، میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسی وجہ سے تمہارے قدموں کی آواز مجھے جنت میں سنائی دی۔ (فضائل صحابہ احمد بن حنبل)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

دخلت الْجَنَّةَ فَسَمِعَ فِي جَانِبِهَا وَجْسًا قَالَ يَا جِبْرِيل ماهذا قَالَ هَذَا بِلالٌ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ جَاءَ النَّاسُ قَدْ أَفْلَحَ بِلالٌ

میں جنت میں داخل ہوا تو جنت کی ایک طرف کسی کی پوشیدہ سی آواز سنائی دی، تو میں نے جبریل امین سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبریل امین نے بتایا کہ یہ مؤذن بلال کے قدموں کی آواز ہے، جب لوگ آگئے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال حبشی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بلال کامیاب ہو گیا۔ (الاحادیث المختارہ)

حضرت جعفر طیار اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کی شان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ الْبَارِحَةَ فَنَظَرْتُ فِيهَا وَإِذَا جَعْفَرٌ يَطِيرُ مَعَ الْمَلائِكَةِ وَإِذَا حَمْزَةُ مُتَّكِئٌ عَلَى سَرِيرٍ (الاحاديث المختاره)

میں رات کو جنت میں داخل ہوا تو میں وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ جعفر فرشتوں کے ساتھ اڑ رہا ہے، امیر حمزہ چارپائی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

حضرت ام انس رضی اللہ عنہا کے قدموں کی چاپ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی، یہ غُمیصاء بنت ملحان تھیں، جن کو ام انس کہا جاتا ہے۔ (فضائل الصحابہ لامام احمد)

نہر کوثر کا سفید اور میٹھا پانی

حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے معراج کے واقعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے ساتویں آسمان کی پشت پر لیجایا گیا، یہاں تک کہ میں ایک ایسی نہر پر پہنچ گیا، جس پر یاقوت، موتی اور زبرجد کے خیمے تھے، اس پر ایک سبز رنگ کا پرندہ تھا، جو بہت ہی موٹا تھا، جو میں نے دیکھا، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ پرندہ بہت موٹا ہے، جبریل نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) اسے کھانے والا اس سے بھی زیادہ موٹا ہو گا۔

پھر پوچھا، کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ نہر کونسی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا، جبریل امین نے کہا، یہ نہر کوثر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطاء فرمائی ہے، اس نہر میں سونے اور چاندی کے برتن تھے، جو یاقوت وزمرد کی چمکتی کنکریوں پر بہہ رہے تھے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے اس کا برتن لیا، لپ بھر کر اس کا پانی اس میں ڈالا اور پیا، شہد سے زیادہ میٹھا تھا، مشک سے زیادہ اس کی خوشبو تھی، پھر مجھے لیجایا گیا یہاں تک کہ میں ایک درخت کے پاس پہنچا، وہاں مجھے ایک بادل نے ڈھانپ لیا، اس میں ہر قسم کے رنگ تھے۔

مجھے جبریل امین نے چھوڑا تو میں اللہ کے لیے سجدہ میں گر گیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا، اے محمد! میں نے آپ (ﷺ) اور آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، آپ اور آپ ﷺ کی امت ان نمازوں کو قائم کریں، پھر وہ بادل کا ٹکڑا مجھ سے ہٹ گیا، جبریل امین نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے جلدی میں لے گئے۔

پھر میں حضرت ابراہیم کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا، پھر میں موسیٰ کے پاس آیا تو ان کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ میرے رب نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، تو موسیٰ نے کہا کہ آپ اور آپ کی امت ان کو ادا کرنے کی ہرگز طاقت نہیں رکھے گی۔

جس درخت کے پاس آپ ﷺ کو بادل نے ڈھانپا تھا اسی کے پاس جاکر دوبارہ جاکر سجدہ ریز ہوئے، پھر بادل نے آپ ﷺ کو چھپا لیا تھا، یہاں سجدہ ریز ہو کر نمازوں میں تخفیف کروائی، پھر اللہ نے دس نمازیں آپ ﷺ کی درخواست پر کم کر دیں، بادل ہٹ گیا۔

دوزخ کا ہولناک منظر

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوزخ دکھائی گئی، اگرچہ دوزخ ساتویں زمین پر ہے، اس کے دروازے پر وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوعِدُهُم أَجمَعِينَ لکھا ہوا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایک فرشتہ دکھایا گیا جو میرے سامنے ہنسا نہیں، میں نے کہا، اے میرے بھائی جبریل! یہ کون ہے؟ جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا، یہ داروغہ جہنم ہے، جس کا نام مالک ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے تب سے یہ ہنسا نہیں ہے، اگر یہ کسی ہستی کے سامنے ہنستا تو وہ آپ ﷺ کی ذات تھی کہ آپ ﷺ کے سامنے ہنستا، جبریل امین علیہ السلام نے داروغہ سے کہا کہ اے مالک! یہ حضرت محمد ﷺ ہیں، انہیں سلام کہو، اس کے بعد اس نے مجھے سلام کیا اور مجھے مبارکباد دی، اس وجہ سے کہ میں نے اسے ملاقات کا شرف اور زیارت کی عزت بخشی۔

پھر داروغہ جہنم نے سلام کرنے میں پہل کی تاکہ مالک داروغہ سے جو خوف سا محسوس ہو رہا تھا وہ ختم ہو جائے اور اس سلام سے یہ اشارہ کر دیا کہ جو نیکوکار لوگ ہوں گے وہ دوزخ سے محفوظ رہیں گے، نجات پا جائیں گے۔

میں نے داروغہ دوزخ سے کہا کہ وہ مجھے دوزخ دکھائے چنانچہ اس نے مجھے دوزخ کے درجات وطبقات دکھائے، جو کچھ اس میں تھا وہ اس نے مجھے دکھایا، اس میں اللہ کا غضب اور غصہ بھرا ہوا تھا، اگر اس میں کوئی پتھر اور لوہا پھینکا جائے تو وہ اسے نگل جائے۔ (تفسیر روح البیان)

زانیہ اور بچوں کو قتل کرنے والیاں

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

ثمَّ مضيت هينة فَإِذَا آنَا بنِسَاءٍ مُّعَلَّقَاتٍ بِثَديهنَّ وَنسَاء مُنَكَّسَات بِأَرجُلِهنَّ فَسَمِعتُهُنَّ يَضُجَّجنَ إِلَى الله قُلتُ يَا جبرَئيلُ مَن هَؤُلَاءِ النِّسَاء قَالَ هَؤُلَاءِ مِن اُمَّتِكَ اللَّاتِي يَزْنِينَ وَيَقتُلنَ اَولَادَهُنَّ

کچھ دیر کے لیے میرا گزر ایسی عورتوں پر ہوا جو اپنے پستانوں کے بل لٹکائی گئی تھیں، کچھ ایسی عورتیں تھیں جن کو ان کے پاؤں کے بل اوندھا کیا گیا ہے (اوپر کا حصہ نیچے، نیچے کا اوپر، سامنے والا حصہ پیچھے اور پیچھے کا حصہ آگے) میں نے انہیں سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس تکلیف کے باعث چیخ وپکار کررہی تھیں، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ عورتیں کون ہیں؟ جبریل امین نے فرمایا، یہ آپ ﷺ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو زنا کرتی ہیں اور اپنی اولادوں کو قتل کرتی ہیں۔

دجال اور خازن نار

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص الکبریٰ میں نقل فرمائی ہے، جس میں حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے واقعہ معراج کے دوران ارشاد فرمایا کہ

وَأُرِيَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، وَالدَّجَّالَ(صحيح مسلم باب الاسراء)

مجھے دوزخ کا داروغہ مالک دکھایا گیا، اور مجھے دجال دکھایا گیا۔

ابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی معراج کے واقعہ میں بیان کیا کہ

رأى مَالِكًا خَازِن النَّار فَإِذا رجل عَابس يُعرَفُ الْغَضَبُ فِي وَجههِ

آپ ﷺ نے داروغہ مالک کو دیکھا، وہ ترش رو شخص کی طرح آپ ﷺ کو دکھائی دیا، اس کی پیشانی سے غصہ دیکھا جاسکتا تھا۔ (خصائص الکبریٰ ۱/ ۲۷۲)

جہنم کی چیخ وپکار

پھر آپ ﷺ ایک ایسی وادی پر تشریف لائے، جہاں آپ ﷺ نے ناپسندیدہ آوازیں سنیں، جہاں بدبو محسوس کی، پوچھا، اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، یہ جہنم کی آواز ہے، جو کہہ رہی ہے، اے میرے رب! تونے جو میرے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ پورا کر دے، میری زنجیریں، میری بیڑیاں، میرے شعلے، میری گرمی، میرے کانٹے، میری پیپ، میرا عذاب بہت بڑھ چکا ہے، میری گہرائی بہت زیادہ ہو چکی ہے، میری گرمی میں شدت آچکی ہے، اس لیے تونے جس چیز کا میرے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما دے، اللہ نے فرمایا ہر مشرک مرد اور مشرک عورت، ہر کافر مرد اور کافر عورت، ہر گندہ مرد اور گندی عورت، ہر سرکش جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا وہ تیرے لیے ہے، دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوں۔

حلال کی بجائے حرام کی طرف آنے والے

نبی کریم ﷺ معراج کی رات کچھ دیر کے لیے ایک دستر خوان کے پاس پہنچے، جس پر پکا ہوا گوشت تھا، مگر اس کے قریب کوئی بھی نہ تھا، پھر آپ ﷺ ایک ایسے دستر خوان پر پہنچے جس پر ایسا گوشت تھا جو بدبودار تھا جس سے سڑانڈ اٹھ رہی تھی، اس کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، جو اس میں سے کھا رہے تھے، آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے کہا، یہ لوگ آپ ﷺ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف آتے ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر در منثور میں ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

فَإِذا أَنا بِقوم على مائدة عَلَيْهَا لحم مشوي كأحسنِ مَا رَأَيْت من اللَّحْم وَإِذا حوله جيف فَجعلُوا يقبلُونَ على الْجِيَف يَأْكُلُون مِنْهَا وَيدعونَ اللَّحْم فَقلت: من هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيل قَالَ: هَؤُلَاءِ الزناة عَمدُوا إِلَى مَا حرم الله عَلَيْهِم وَتركُوا مَا أحل الله لَهُم

معراج کی رات میں ایک قوم کے پاس پہنچا، جو ایسے دستر خوان پر تھے جہاں بھنا ہوا گوشت تھا، جو بہت ہی اچھا تھا، ایسا گوشت میں نے نہیں دیکھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے پاس مردار ہوتا ہے، وہ اس مردار کی طرف لپکتے ہیں اور اس میں سے کھاتے ہیں، جب کہ گوشت کو چھوڑ دیتے ہیں، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ بدکار لوگ ہیں، (زنا کرنے والے) اللہ نے جس چیز کو ان کے لیے حرام کیا ہے یہ اس کی طرف جاتے ہیں اور جسے اللہ نے ان کے لیے حلال کیا ہے وہ اسے چھوڑ رہے ہیں۔ (تفسیر در منثور)

ظلماً یتیم کا مال کھانے والے

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ثمَّ مضيت هنيَّة فَإِذا انا بِأَقْوَام مشافرهم كمشافر الْإِبِل فتفتح افواههم ويلقمون حجرا ثمَّ يخرج من أسافلهم فَسَمِعتهمْ يضجون إِلَى الله قلت يَا جبرئيل من هَؤُلَاءِ قَالَ هَؤُلَاءِ من أمتك الَّذين يَأْكُلُون اموال الْيَتَامَى ظلما {إِنَّمَا يَأْكُلُون فِي بطونهم نَارا وسيصلون سعيرا}

میں تھوڑی دیر ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح تھے، ان کے منہ کھولے جاتے ہیں اور ان کے منہ میں پتھر ٹھونسے جاتے ہیں، پھر وہ پتھر ان کے نیچے سے نکل جاتے ہیں، میں نے انہیں سنا کہ وہ تکلیف کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف چیخ وپکار کر رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں، جبریل نے فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں، (قرآن کریم میں ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ڈالے جائیں گے)

عیب جوئی اور بد گوئی کرنے والے

حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ

ثمَّ مضيت هنيَّة فَإِذا انا بِأَقْوَام يقطع من جنُوبهم اللَّحْم فيلقمون فَيُقَال لَهُ كل كَمَا كنت تَأْكُل من لحم أَخِيك قلت يَا جبرئيل من هَؤُلَاءِ قَالَ هَؤُلَاءِ الهمازون من أمتك اللمازون(الخصائص الكبرىٰ ۱/۲۷۶)

کچھ دیر کے لیے میرا گزر ایسی لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے پہلوؤں کا گوشت کاٹا جارہا تھا اور انہیں کھلایا جارہا تھا، پھر انہیں کہا جارہا تھا کہ تو اسے کھا جیسے اپنے بھائی کا گوشت کھاتا تھا، میں نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے فرمایا، یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت کے عیب جوئی کرنے والے، بد گوئی کرنے والے لوگ ہیں۔

انسانوں کا گوشت کھانے والے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا

لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوِمٍ لَهُم أَطفَار مِّن نُحَاسٍ يَخمِشُونَ وُجُوهَهُم وَصُدُورَهُم فَقُلتُ مَن هَؤُلَاءِ يَا جِبرئيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ الَّذين يَأْكُلُون لحُومَ النَّاسِ وَيَقَعُونَ فِي أَعرَاضِهم

جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، وہ ان ناخنوں سے اپنے چہرے اور اپنے سینے چھیل رہے تھے، میں نے کہا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں، ان کی عزتوں کے درپے ہوتے ہیں۔(الخصائص الکبریٰ ۱/۳۵۸)

حدیث شریف میں یخدشون کا لفظ آیا ہے، کتب لغت میں اس کا مطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جیسے عورت اپنے چہرے کو ناخنوں سے چھیلتی ہے، زخمی کرتی ہے، اس

سے اس کے چہرے کے ظاہر پر نشان پڑ جاتے ہیں، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چہرے اور ناخنوں کو چھیلنا اور زخمی کرنا یہ نوحہ گر عورتوں کی صفات میں سے ہے، اس لیے اس سے تعبیر کی گئی کہ جو لوگ دوسروں کی عزتیں اچھالتے، پائمال کرتے، ان کی غیبتیں کرتے ہیں، یہ ان کے شایان شان نہیں ہے، یہ مردوں کی صفات نہیں ہیں، بلکہ یہ عورتوں کی صفات ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۸/۳۱۵۸)

پتھر کا لقمہ بنا کر کھانے والا

ابن مردویہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، جسے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الخصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

رَأَيْتُ لَيْلَةً أُسرِيَ بِي رَجُلاً يُسَبِّحُ فِي نَهر يَلقَمُ الْحِجَارَةَ فَسَأَلتُ مَن هَذَا فَقِيلَ لي هَذَا آكِلُ الرِّبَا(الخصائص الکبریٰ ۱/۲۶۲)

میں نے معراج کی رات ایک ایسے شخص کو دیکھا جو نہر میں تیر رہا تھا، وہ بہت تیزی سے پتھر کھا رہا تھا، پھر میں نے جبریل امین سے اس بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ سود کھانے والا شخص ہے۔

فتنہ باز خطیبوں کا عبرت ناک انجام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لَيْلَةَ اُسري بِي مَرَرْتُ بِنَاسٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُم بِمَقَاريض مِّن نَار كُلَّمَا قُرِضَت عَادَتْ فَقُلتُ مَن هَؤُلَاءِ يَا جِبرَئيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِكَ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ

جس رات مجھے معراج کرائی گئی، اس رات میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، جب بھی ان کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے

پھر وہ اسی طرح ہو جاتے تھے، میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے فرمایا یہ آپ ﷺ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو وہ بات کہتے ہیں جس پر خود عمل نہیں کرتے۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۲۵۹)

عجائبات معراج میں فتنہ گر خطیبوں کے بارے میں ایک روایت اور بھی ہے، جس میں یہ ہے کہ

ثمَّ اتی علی قَوم تُقْرَضُ أَلسِنَتُهُم وَشِفَاهُهُم بِمَقَاريضَ مِن حَدِيدٍ كُلَّمَا قُرِضَت عَادَتْ كَمَا كَانَت لَا يَفتَر عَنْهُم مِن ذَٰلِك شَيْء قَالَ مَا هَؤُلَاءِ يَا جِبرئيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ خُطَبَاءُ الْفِتْنَةِ (الخصائص الکبریٰ)

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جا رہے تھے، جب بھی یہ کاٹے جاتے تو وہ دوبارہ پہلے کی طرح ہو جاتے تھے، یہ کام مسلسل ہو رہا تھا، جبریل سے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کے فتنہ پرداز خطیب ہیں۔

ابن مردویہ نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں آگ کی قینچیوں کی جگہ لوہے کی قینچیوں کا ذکر ہے۔

مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لَمَّا أُسْرِيَ بِي مَرَرْتُ بِرِجَالٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ قَالَ: فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِكَ يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ أَنْفُسَهُمْ، وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا يَعْقِلُونَ

جب مجھے معراج کی رات لیجایا گیا تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا، جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، کیا پس یہ سمجھتے نہیں ہیں۔ (مسند احمد، مسند انس بن مالک)

فرض نماز میں کوتاہی کرنے والوں کا انجام

پھر نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا، جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جارہا تھا، جب بھی ان کے سر کچلے جاتے تو اس کے بعد ان کے سر پہلے کی طرح دوبارہ ہو جاتے تھے، یہ کام مسلسل ہو رہا تھا، جبریل سے پوچھا،

مَا هَؤُلَاءِ يَا جبرئيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ الَّذين تَتَثَاقَلُ رُؤُوسُهُم عَن الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ

جبریل یہ کون لوگ ہیں، جبریل نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر فرض نمازوں کے باعث بوجھل ہو رہے تھے، (فرض نمازوں میں کوتاہی اور سستی کا مظاہرہ کرتے تھے)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا عبرت ناک انجام

پھر نبی کریم ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا

عَلى أَقبَالِهِم رِقَاع وعَلى أَدبَارهِم رِقَاع يَسرَحُونَ كَمَا تَسرَحُ الْإِبِلُ وَالنعَمُ وَيَأكُلُونَ الضَّريعَ وَالزَّقُّومَ وَرَضفَ جَهَنَّمَ وَحِجَارَتَهَا قَالَ مَا هَؤُلَاءِ يَا جبرئيل قَالَ هَؤُلَاءِ الَّذين لَا يُؤَدُّونَ صَدَقَاتِ أَمْوَالِهِم وَمَا ظَلَمَهُمُ الله شَيْئاً(خصائص الكبرىٰ)

جن کے اگلے اور پچھلے حصے پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں، وہ اونٹ اور بیل کی طرح چرتے پھرتے ہیں، ضریع اور زقوم یعنی کانٹے اور جہنم کے گرم پتھر کھا رہے ہیں، جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔

زانی مرد اور زانیہ عورت

پھر نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا

بَينَ أَيْدِيهم لَحم نَضِيج فِي قِدر وَلَحم آخَر ني خَبِيث فَجعلُوا يَأْكُلُون من الني الْخَبيث وَيَدَعُونَ النَّضِيجَ الطَّيِّبَ قَالَ مَا هَؤُلَاءِ يَا جبرئيلُ قَالَ هَذَا

الرَّجُلُ مِن أُمَّتِكَ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ الْحَلَالُ الطَّيِّبُ فَيَأْتِي إمرأة خَبِيثَة فَيَبِيتُ عِنْدَهَا حَتَّى يُصبِحَ وَالْمَرْأَةُ تَقُومُ مِن عِنْدِ زَوجِهَا حَلَالًا طَيِّباً فَتَأْتِي رَجُلاً خَبِيثاً فَتَبِيتُ مَعَه حَتَّى تُصبِحَ(الخصائص الكبرىٰ)

جن کے سامنے پکا ہوا گوشت ایک ہنڈیا میں رکھا ہوا تھا، ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا، لوگ سڑا ہوا، بدبودار گوشت کھا رہے ہیں مگر پکے ہوئے پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے ہیں، جبریل سے کہا کہ اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کا وہ آدمی ہے جس کے پاس پاکیزہ حلال بیوی موجود ہے مگر اس کے باوجود وہ ناپاک گندی عورت کے پاس جاتا ہے، اس کے پاس ساری رات گزارتا ہے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے، اور وہ عورت جس کے پاس حلال پاک مرد موجود ہے، مگر اس کے باوجود وہ گندے اور ناپاک مرد کے پاس ساری رات گزارتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

ڈاکوؤں کا عبرتناک انجام

معراج کی رات آپ ﷺ نے ڈاکوؤں کا جو منظر دیکھا اس کا بیان یوں ہے

ثمَّ أَتَى على خَشَبَة على الطَّرِيق لَا يمر بهَا ثوب إِلَّا شقته وَلَا شَيْء إِلَّا خرقته قَالَ مَا هَذَا يَا جبرئيل قَالَ هَذَا مثل أَقوام من أمتك يَقْعُدُونَ على الطَّرِيق فيقطعونه

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک لکڑی پر ہوا، جو راستے کے ایک کنارے پر تھی، جو کپڑا بھی اس کے پاس سے گزرتا وہ اسے پھاڑ ڈالتی تھی، جو چیز بھی اس کے پاس سے گزرتی وہ اسے پھاڑ ڈالتی تھی، جبریل سے پوچھا کہ اے جبریل! یہ کیا منظر ہے؟ جبریل نے فرمایا یہ آپ ﷺ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو راستوں پر بیٹھتے ہیں اور لوگوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔(الخصائص الکبریٰ)

خیانت کار کی رسوائی کا منظر

امانت اور حقوق میں گڑبڑ کرنے والوں کا منظر بھی آپ ﷺ نے دیکھا

ثمَّ أَتَى علي رجل قد جمع حزمة عَظِيمَة لَا يَسْتَطِيع حملهَا وَهُوَ يزِيد عَلَيْهَا فَقَالَ مَا هَذَا يَا جبرِئيل قَالَ هَذَا الرجل من أمتك تكون عَلَيْهِ أمانات النَّاس لَا يقدر على أَدَائِهَا وَهُوَ يُرِيد ان يحمل عَلَيْهَا

آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بہت بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا، اس کو اٹھانے کی اس میں ہمت نہیں تھی، مگر وہ اس گٹھے پر اور لادے جارہا ہے، پوچھا، اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل امین نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کا وہ آدمی ہے جس پر لوگوں کی امانتوں کا بوجھ ہے، وہ لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ادا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا مگر وہ اس کے باوجود اپنے اوپر مزید بوجھ لادے جارہا ہے۔

رحمت کائنات ﷺ اور رویت اللہ

احادیث میں آپ ﷺ کے سفر معراج کے دوران اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کے بارے میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عائشہ سے جو روایات ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

جب کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے جس قدر روایات ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج میں اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں دونوں طرح کا مؤقف بیان کیا ہے جب کہ علامہ شبلی کا اپنا رجحان عدم رویت کی طرف دکھائی دے رہا ہے۔

اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنی کتاب سیرت مصطفی ﷺ میں ایسی روایات پیش کی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں

اللہ کا دیدار کیا ہے اور انہی سر کی آنکھوں سے دیدار کیا ہے، اسی مؤقف کو انہوں نے جمہور کا مؤقف بتایا ہے اور ان کا اپنا رجحان بھی اسی طرف دکھائی دیتا ہے، جب کہ راقم الحروف کو بھی رویت بصری والی روایات زیادہ دکھائی دی ہیں، میں نے رویت باری تعالیٰ سے متعلق تمام روایات کو دیکھا ہے، میں بھی حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اور جمہور کی رائے کو ترجیح دیتا ہوں۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ نے سیرت مصطفےٰ ﷺ میں فرمایا کہ

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں، اور اگر رویت ہوئی تو وہ رویت بصری تھی یا رویت قلبی؟ یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا؟

یاد رہے کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ہے اور جاننا اور ہے، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے، اس لیے کہ احادیث میں تصریح ہے کہ خود نبی کریم ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ نے پروردگار کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا ہے۔ (سیرت مصطفےٰ ۱)

اَخرَجَ اَحمَدُ بسَنَدٍ صَحِیحٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ رَاَیتُ رَبِی عَزَّوَجَلَّ وَاَخرَجَ الطَّبرَانِی فِی السُّنَّہ وَالحَکِیمُ عَن اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ رَاَیتُ النُّورَ الاَعظَمَ فَاَوحَی اللّٰہُ اِلَیَّ مَاشَاءَ(الخصائص الکبری ۱/۶۱)

مسند احمد میں سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا، خصائص کبریٰ اور امام طبرانی اور حکیم ترمذی نے انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم یعنی نور الٰہی کو دیکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلاواسطہ کلام فرمایا۔

ابن عباس کی ایک مرفوع روایت ہے کہ

اَخرَجَ ابنُ جَرِيرٌ عَن ابن عَبَّاس قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَاَيتُ رَبى عَزَّوَجَلَّ باَحسَنَ صُورَةٍ اِلَى اَن قَالَ مَاكَذَبَ الفُوَادُ مَارَاى فَجَعَلَ نُورَبَصَرى فى فُوَادِى فَنَظَرتُ اِلَيهِ بفُوَادِى (ج۶/۱۲۴۔درمنثور)

اس مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شب معراج میں آپ کو رویت بصری (آنکھوں سے دیکھنا) اور رویت قلبی (دل سے دیکھنا) دونوں حاصل ہوئیں، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے نور بصر (آنکھ کی روشنی) کو بصیرت (دل سے دیکھنے) میں ایسا مدغم فرمایا کہ آپ کی رویت بصری اور رویت قلبی میں کوئی فرق نہ رہا۔(سیرت مصطفی مؤلفہ مولانا ادریس کاندھلویؒ جلد اول ص۳۵۸)

حافظ تور بشتیؒ "المعتمد فی المعتقد" میں لکھتے ہیں کہ رویت قلبی یعنی دل کے دیکھنے سے محض علم اور معرفت مراد نہیں، اس لیے کہ یہ بات تو رسول اللہ ﷺ کو پہلے سے حاصل تھی، بلکہ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دل میں اس قسم کی رویت فرمائی کہ جس طرح رویت چشم سر کو حاصل ہے یا یہ مراد ہے کہ آنکھ دل کی معاونت سے اور دل چشم کی مرافقت اور مقارنت سے دولتِ دیدار سے مشرف ہوا، بوقت دیدار دل آنکھ کے ساتھ تھا اور آنکھ دل کے ساتھ تھی، ایک دوسرے سے جدا نہ تھی۔(ایضاً)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ

رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ(روية الله للدارقطنى)

حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ

تَعْجَبُونَ أَنْ تَكُونَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيمَ، وَالْكَلَامُ لِمُوسَى، وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ ؟(روية)

تمہیں تعجب ہے کہ دوستی کا اعزاز ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھا، کلام کرنے کا اعزاز موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا، جب کہ دیدار خداوندی کا اعزاز حضرت محمد ﷺ کے لیے تھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اصْطَفَى إِبْرَاهِيمَ بِالْخُلَّةِ، وَاصْطَفَى مُوسَى بِالْكَلَامِ، وَاصْطَفَى مُحَمَّدًا بِالرُّؤْيَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(روية الله للدارقطنى)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوستی کے لیے چنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لیے چنا جب کہ حضرت محمد ﷺ کو رویت کے لیے چنا۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ (رویۃ اللہ علامہ دار قطنی)

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ

میں نے اپنے رب کو بہت ہی خوبصورت شکل میں دیکھا۔ (رویۃ اللہ علامہ دار قطنی)

حضرت ابن عباس ہی کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا مگر آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنے دل سے دیکھا۔ (رویۃ اللہ للدار قطنی)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اللہ کو دل سے دیکھا۔ (رویۃ اللہ)

ابو ذر غفاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا نہ کہ اپنی آنکھوں سے۔ (رویۃ اللہ)

تفسیر بحر المدید میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

هَل رَأَيتَ رَبَّكَ؟ قَالَ: «رَأَيتُ رَبِي بفُؤَادِي مَرَّتَين(تفسير بحرالمديد)
کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دوبار دیکھا ہے۔(تفسیر بحر المدید بحوالہ تفسیر طبری ونسبہ الی در منثور)

اسی تفسیر میں ایک اور روایت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کا نور میرے دل میں کر دیا گیا تھا، اس لیے میں نے اپنے اللہ کو دل کی آنکھوں سے دیکھا، مطلب یہ ہے کہ نور بصر کو نور بصیرت کی طرف منعکس کر دیا گیا تھا، تو بصر کے ساتھ آپ ﷺ نے وہ کچھ دیکھا جو بصیرت سے دیکھا جاتا ہے، اسی تفسیر میں ہے کہ جب آپ ﷺ عرش تک پہنچے تو سراپا بصر ہو چکے تھے، اسی پر اختلاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔(تفسیر المدید مؤلفہ ابو العباس)

اسی تفسیر میں حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نورانی ذات ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔(البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید)

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟

ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک نور دیکھا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ذات حق کو دیکھا جو اپنے جبروت کے نور کو ظاہر کیے ہوا تھا، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس ذات کا دیدار بغیر تجلیات کے واسطے کے کیا جائے۔(البحر المدید)

حضرت کعب نے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور کلام کو حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام کیا ہے جب کہ حضرت محمد ﷺ نے اللہ کو دوبار دیکھا ہے۔(ترمذی)

حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں فرمایا

لاَّ تُدْرِكُهُ الْأَبْصارُ(سورۃ الانعام)

کہ اللہ کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت ابن عباس نے اس کا جواب یوں دیا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی اس وقت نہیں دیکھ سکتا جب وہ اپنے نور کو ظاہر کر دے، اور یہ اس کا اصلی نور ہوتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے اس صورت میں ظاہر ہو گا جس کو وہ دیکھنے کی طاقت رکھتی ہے، اگر وہ اپنے اصلی نور کے ساتھ ظاہر ہو جائے تو مخلوق ختم ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اس کا حجاب نور ہے اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیات اس چیز کو جلا کر رکھ دیں جو اس کی طرف دیکھے۔ (مسلم)

اس آیت میں جو رویت باری تعالیٰ کی نفی دکھائی دیتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نفی رویت دنیا میں ہے، اور جن جن روایات میں دیکھنے کا اثبات ہے وہاں رویت آخرت مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ آنکھیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرتی ہیں، یعنی دنیا میں حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی ہے البتہ آخرت میں رویت ہو گی، نفی رویت دنیا میں ہے جب کہ اثبات رویت آخرت میں ہے۔

آیت میں نفی ادراک کی ہے، جب کہ ادراک اور رویت میں فرق ہے، ادراک کہتے ہیں کسی چیز کو اس طرح دیکھنا کہ اس کی حدود اور تمام جوانب کا احاطہ کر لیا جائے، اور معلوم ہو جائے کہ اس کی لمبائی اتنی ہے، اس کی چوڑائی اتنی ہے، اس کی گہرائی اور گھیرائی اتنی ہے، اور اس کی شکل اور اس کی صورت ایسی ایسی ہے اور اس اس طرح ہے، اور رویت کہتے ہیں کسی چیز کا احاطہ کیے بغیر اس کا مشاہدہ اور معائنہ کرنے کو۔

اللہ تعالیٰ چونکہ حدود اور جوانب سے، شکل اور صورت اور جہتوں سے پاک اور منزہ اور مقدس ہے اس لیے حق تعالیٰ کا ادراک نہیں ہو گا، البتہ رویت ہو گی کیونکہ رویت بغیر احاطہ حدود و جوانب کے ہو جاتی ہے، جمہور اہل تفسیر نے اسی توجیہ کو پسند کیا

ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک تفسیر اس آیت کی یوں بھی نقل کی گئی ہے کہ لا تدرکہ الابصار کا مطلب یہ ہے کہ لایحیط بصر احد باللہ تعالیٰ کہ کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتی، پتہ چلا کہ جس کا اثبات ہے اس کی نفی نہیں اور جس کی نفی ہے اس کا اثبات نہیں ہے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اَلاَبصَار کا لفظ ہے، اَلاَبصَار بصر کی جمع ہے، جس پر الف لام داخل ہے، جب جمع پر الف لام داخل ہوتا ہے تو استغراق اور عموم کا فائدہ دیتا ہے، اب لَاتُدرِکُہُ الاَبصَارُ کا مطلب یہ ہوا کہ لَا تُدرِکُہُ جَمِیعُ الاَبصَار کہ تمام آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کریں گی، اور مجموعہ کا سلب بعض کے لیے ثبوت پر دلیل ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے اِنَّ زَیدًا مَاضَرَبَہُ کُلُّ النَّاسِ زید کو سب لوگوں نے نہیں مارا، اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ بعض نے مارا ہے، پس اسی طرح اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرتیں وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے، معلوم ہوا کہ بعض آنکھیں ادراک کریں گی، کیونکہ قرآن کریم کی دوسری آیات میں موجود ہے کہ بعض تروتازہ چہرے اللہ کا دیدار کریں گے۔

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں

سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَھوَ یَصِفُ سِدرَۃَ المُنتَہٰی قُلتُ یَارَسُولَ اللّٰہِ مَارَأَیتَ عِندَھا ؟قَالَ رَأَیتُہُ عِندَھا یَعنی رَبَّہُ

یعنی میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرالمنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور نے اس کے پاس کیا دیکھا؟ فرمایا: مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔(الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ)

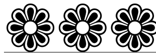
ابن مردویہ حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ

رأی مُحَمَّد ربه(تفسیر درمنثور، ابن مردویہ)

حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔

ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رأى ربه بِعَيْنَيه(تفسير درمنثور)
نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
إِن مُحَمَّدًا رأى ربه مرَّتَيْنِ مرّة ببصره وَمرَّة بفؤاده
حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دوبار دیکھا ہے، ایک بار اپنی آنکھوں سے اور ایک بار اپنے دل سے۔(طبرانی، ابن مردویہ، تفسیر در منثور)
امام ترمذیؒ نے تخریج کی ہے اور اس روایت کی تحسین بھی فرمائی ہے، اسی طرح طبرانی، ابن مردویہ اور امام بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس کا فرمان ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔(تفسیر در منثور)
امام بیہقی نے اپنی کتاب الاسماء والصفات میں ایک ضعیف روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب نے حضرت عبد اللہ بن عباس کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ بتائیں کہ کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباس نے انہیں جواب بھیجا کہ ہاں حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، پھر حضرت ابن عمر نے دریافت کروایا کہ وہ انہیں بتائیں کہ کیسے دیکھا؟ تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ
إِنَّه رَآهُ فِي رَوْضَة خضراء دونه فرَاش من ذهب على كرْسِي من ذهب يحملهُ أَرْبَعَة من الْمَلَائِكَة: ملك فِي صُورَة رجل وَملك فِي صُورَة ثَوْر وَملك فِي صُورَة نسر وَملك فِي صُورَة أَسد(تفسير درمنثور،النجم)
ایک سرسبز و شاداب باغ میں دیکھا، جس کے نیچے سونے کا فرش تھا، سونے کی کرسی پر دیکھا، جسے چار فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا، ان میں سے ایک فرشتہ انسانی شکل وصورت میں تھا، ایک فرشتہ بیل کی شکل وصورت میں تھا، ایک فرشتہ گدھ کی شکل وصورت میں تھا، اور ایک فرشتہ شیر کی شکل میں تھا۔



رویت باری اور مرشد تھانویؒ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ
دنیا میں خدا کو دیکھنا محال عادی و شرعی ہے، محال عقلی تو نہیں کیونکہ محال عقلی کا وجود کسی جگہ نہیں ہوتا، اور حق تعالیٰ کا دیدار آخرت میں ہوگا، جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے، اور دنیا میں بھی وجہ استحالہ رویت اُدھر سے نہیں بلکہ ہماری طرف سے ہے، ہم اس کے متحمل نہیں، ورنہ حق تعالیٰ میں خفا نہیں وہ تو یہاں بھی ظاہر ہیں، اس پر شاید کسی کو شبہ ہو کہ حق تعالیٰ کی صفت باطن بھی تو ہے چنانچہ نص میں ہے

هوَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ

پھر تمہارا یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ حق تعالیٰ میں خفاء نہیں، صفت باطن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ میں خفاء ہے اس کا جواب محققین نے یہ دیا ہے کہ حق تعالیٰ جو باطن ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں خفاء ہے بلکہ غایت ظہور سے بطون (پوشیدگی) ہوگیا، رہا یہ کہ غایت ظہور سے بطون کیسے ہوگیا؟ اس سے تو ظہور ہونا چاہیے تھا تو بات یہ ہے کہ ہمارے ادراک کے لیے غیبت و خفاء کی بھی ضرورت ہے، اگر کسی چیز میں غیبت بالکل نہ ہو اس کا ادراک نہیں ہوسکتا، کیونکہ ادراک التفات سے ہوتا ہے اور التفات غیبت کی وجہ سے ہوتا ہے، جو چیز من کل وجہ حاضر ہو، اس کی طرف التفات (توجہ) نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اپنی روح حالانکہ بہت ظاہر ہے اور انسان سے جتنا قرب روح کو ہے کسی چیز کو بھی نہیں، پھر بھی روح کا ادراک نہیں ہوتا کیونکہ وہ رگ رگ میں سرایت کی ہوئی ہے، اس میں کوئی درجہ غیبت کا نہیں، اس لیے اس کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور جب التفات نہیں تو ادراک کیسے ہو؟

اسی طرح بلا تشبیہ کیونکہ یہ تشبیہ بھی ناقص ہے، حق تعالیٰ میں چونکہ کوئی وجہ غیبت و خفاء کا نہیں ہے، اس لیے وہ بوجہ غایت ظہور کے باطن ہیں، ہم کو دھوپ کا ادراک اس

لیے ہے کہ وہ کبھی غائب بھی ہو جاتی ہے، اگر غائب نہ ہوتی تو آپ اس کو دیکھتے تو سہی مگر ادراک نہ ہوتا، دھوپ کا ادراک ظلمت ہی کی وجہ سے ہے اور ظلمت خفاء ضوء ہی کا نام ہے، نیز اگر غیبت نہ ہو تو پھر روشنی سے لذت بھی نہ آتی، دن میں جو لذت ہے وہ اسی لیے ہے کہ رات میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔

از دست ہجر یار شکایت نمی کنم

گر نیست غیبتے نہ دہد لذت حضور

غرض چونکہ حق تعالیٰ ہر وقت ظاہر ہیں، اسی لیے خفاء ہو گیا کیونکہ ہمارا ادراک ایسا ضعیف ہے جو غائب من وجہ کے ساتھ ہی متعلق ہو سکتا ہے، ظاہر من کل وجہ کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا، ہاں آخرت میں یہ ادراک قوی ہو جائے گا، تو ظاہر من کل وجہ کے ساتھ بھی متعلق ہو گا، وہاں روح کا بھی انکشاف ہو گا اور حق تعالیٰ کا بھی دیدار ہو گا اور معلوم ہو جائے گا کہ حق تعالیٰ تو بے حجاب تھے، حجاب ہماری طرف سے تھا، ہماری آنکھوں میں اس وقت اس کے دیکھنے کی قوت نہیں جیسے خفاش (چمگادڑ) میں آفتاب کے دیکھنے کی قوت نہیں کسی نے خوب کہا ہے،

شد ہفت پردہ بر چشم ایں ہفت پردہ چشم

بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

یعنی آنکھ کے سات پردے ہی دیدار سے مانع ہو گئے، تو یہ آنکھ خود ہی مانع ہو رہی ہے، اُدھر سے مانع کوئی نہیں، اگر آفتاب چمک رہا ہے اور تم آنکھ پر ہاتھ دھر لو تو مانع تمہاری طرف سے ہو گا، آفتاب کو مخفی نہ کہا جاوے گا۔

اور وہ جو حدیث میں آخرت میں حجاب کا ذکر آتا ہے

لَایَبقیٰ عَلَی وَجهِہِ اِلَّا رِدَاءَ الکِبرِیَاءِ

اس کے چہرہ پر کبریائی کی چادر کے سوا کوئی اور چیز باقی نہیں رہتی ہے۔

وہ حجاب ادراک کنہ سے مانع ہے، دیدار سے مانع نہیں، آخرت میں ہماری آنکھوں کی قوت بڑھ جائے گی تو خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے، تو مگر کنہ کا ادراک نہ ہو گا، اور رویت کے لیے ادراکِ کنہ لازم نہیں، ہم یہاں بھی بہت چیزوں کو دیکھتے ہیں مگر کنہ کا ادراک نہیں ہوتا، بہر حال دنیا میں رویت الٰہی محال عادی ہے،

چنانچہ حدیث مسلم ہے

اِنَّكُم لَم تَرَوا رَبَّكُم حَتَّى تَمُوتُوا

(تم اپنے رب کو نہیں دیکھ سکو گے یہاں تک کہ تم کو موت آجائے)

اور نص میں موسیٰ علیہ السلام کی درخواست دیدار کے جواب میں ارشاد ہے

لَن تَرَانِی

یہ جواب قابل دید ہے، حق تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا ہے، لن ادری نہیں فرمایا، بتلادیا کہ میں تو اب بھی قابل ہوں کہ دیکھا جاؤں، میری طرف سے کوئی حجاب نہیں مگر تم میں قوت دیدار نہیں، تم مجھے اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے، محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا کیونکہ دنیا میں رویت محال عادی ہے، ہاں تجلی ہوئی تھی اور حق تعالیٰ نے حجابات اٹھادیے تھے، مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گئے۔

البتہ حضور ﷺ کی بابت اختلاف ہے کہ معراج میں آپ نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ اس میں اکثر علماء اور صوفیہ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول یہی ہے کہ آپ نے دیکھا ہے مگر ساتھ محققین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آیات سورۃ نجم کی تفسیر اس حدیث سے صحیح نہیں ہے کیونکہ

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى

یقیناً حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں، ان صفات کا عنوانِ بیان اس کو مقتضی ہے کیونکہ حق تعالیٰ پر شدید القویٰ کا اطلاق نہیں ہو سکتا، ایک مقدمہ تو یہ ہوا، اب آگے چلیے،

ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى

بھی انہی کی صفت ہو سکتی ہے، اس کے بعد

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى (٨) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى(النجم)

میں سب ضمیریں جبریل علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہیں، حق تعالیٰ کی طرف راجع نہیں، ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا، یہ رویتِ جبریل تو دنیا میں ہوئی تھی، آگے فرماتے ہیں

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (١٣) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى(النجم)

یہ دوبارہ رویت سدرۃ المنتہیٰ پر ہوئی اور گو حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو بہت دفعہ دیکھا ہے، مگر یہاں اصلی صورت میں دیکھنے کا ذکر ہے، وہ دو مرتبہ ہوئی ہے،

حضرت عائشہ نے ان آیات کی تفسیر حضور ﷺ سے خود پوچھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایاھو جبریل یعنی یہ رویت جبریل علیہ السلام کی تھی۔

باقی جو علماء معراج میں حضور ﷺ کے لیے اس رویت کے قائل ہیں وہ دوسرے دلائل سے استدلال کرتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے معراج میں حق تعالیٰ کو دیکھا ہے اور ان کی سند صحیح ہے، حضرت ابن عباس کا قول تو مسلم میں ہے اور سیوطی نے مستدرک حاکم سے اس باب میں حدیث مرفوع نقل کی ہے، بس قرآن میں گو اس رویت کا ذکر نہیں، مگر جب یہ حضرات صحابی کا اثبات کرتے ہیں تو یقیناً انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔

اب ان علماء نے حضور ﷺ کو اس قاعدہ سے کہ دنیا میں رویت محال عادی ہے مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ دلیل سے آپ کا دیکھنا ثابت ہو چکا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں استحالہ رویت کی علت رائی کی عدم قابلیت تھی ورنہ مرئی میں تو کوئی مانع ہی نہیں۔

(اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اس لیے محال تھا کہ دیکھنے والے میں دیکھنے کی قابلیت وصلاحیت نہیں تھی ورنہ جس ذات کو دیکھا جانا تھا اس کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ حدوٹی)

مگر شیخ ابن عربی نے عجیب تحقیق لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
اس قاعدہ کو استثناء کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اپنے عموم پر بحالہا باقی ہے، اور حضور ﷺ کی رویت سے اس پر نقض وارد نہیں ہوتا کیونکہ ہم تو معراج میں رویت کے قائل ہیں، اور معراج عرش تک ہوئی ہے اور سمٰوات وعرش مکان آخرت ہیں، وہ دنیا میں داخل نہیں بلکہ اس سے خارج ہیں تو ممکن ہے کہ اس مکان کی خاصیت ہو کہ جو شخص وہاں پہنچ جاوے خواہ مرنے کے بعد یا مرنے سے پہلے اس میں قوت تحمل (برداشت کرنے کی طاقت) رویت پیدا ہو جائے۔

جیسے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آسمان پر موجود ہیں اور وہ وہاں کھانے پینے اور بول وبراز (پیشاب) سے منزہ ہیں، صرف ذکر اللہ سے ان کی حیات ہے کیوں؟ اس لیے کہ وہ اس وقت دنیا میں نہیں ہیں، بلکہ مکان آخرت میں ہیں، اور مکان آخرت کی خاصیت مکان دنیا سے الگ ہے، اگر یہاں کی یہ خاصیت ہے کہ غذا سے فضلات پیدا ہوں تو ممکن ہے وہاں کی یہ خاصیت ہو کہ فضلات پیدا نہ ہوں، اگر یہاں کی یہ خاصیت ہے کہ حرکت سے حرارت بدن تحلیل ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ وہاں کی یہ خاصیت نہ ہو، اسی طرح یہاں کی یہ خاصیت ہے کہ اعراض میں وزن نہ ہو اور وہاں کی یہ خاصیت ہے کہ اعراض میں وزن ہو، یہاں کی یہ خاصیت ہے کہ ایک دن موت ضرور آتی ہے وہاں کی یہ خاصیت ہے کہ جو وہاں پہنچ جائے اسے کبھی بھی موت نہ آئے۔

مگر اتنی بات تو مشاہدہ ہے کہ دنیا میں بھی ہر جگہ یکساں خاصیت نہیں، بلکہ بعض جگہ کی کچھ خاصیت ہے، بعض شہروں کی کچھ خاصیت ہے، بعض ملکوں میں عمریں کم ہوتی ہیں اور بعض ملکوں میں لمبی لمبی ہوتی ہیں، بعض مقامات کے آدمی کمزور ہوتے ہیں اور بعض مقامات کے بہت قوی اور توانا وتندرست ہوتے ہیں، بعض ملکوں میں بیماریوں کی کثرت ہے، آئے دن طاعون وہیضہ پھیلا رہتا ہے، اور بعض ملکوں میں کوئی بیماریوں کا نام بھی نہیں جانتا۔

جب ایسا اختلاف خاص دنیا کے مکانات میں بھی مشاہدہ ہے تو اس میں کیا اشکال ہے کہ مکان آخرت کی خاصیت دنیا سے بالکل الگ ہو، ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کی کیا وجہ ہے، اس تحقیق سے سب معادیات سہل ہو جاویں گی۔

اب وزن اعمال میں اشکال ہے نہ رویت خداوندی میں کچھ شبہ ہو سکتا ہے، معتزلہ کی عقل ماری گئی ہے، انہوں نے خواہ مخواہ ان امور کا انکار کیا، جس کا منشاء بجز قیاس الغائب علی الشاہد (غائب کا موجود پر قیاس کرنا) کے کچھ نہیں اور قیاس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔

غرض شیخ ابن عربی کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ ایک تو زمان آخرت ہے اور ایک مکان آخرت ہے، زمان آخرت تو مرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور مکان آخرت اس وقت موجود ہے۔

چنانچہ جنت اور دوزخ کے بارے میں جملہ اہل سنت کا قول ہے کہ وہ اس وقت موجود ہیں، تو کیا وہ دنیا میں ہیں، اگر دنیا میں ہیں تب تو اس شخص کا قول صحیح ہو جاوے گا جو کہتا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کا جغرافیہ پڑھا، جنت و دوزخ کا اس میں کہیں پتہ ہی نہیں۔

اس کا جواب اہل حق کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ تم نے دنیا کا جغرافیہ پڑھا ہے اور ایک جغرافیہ آخرت کا ہے تم نے وہ نہیں پڑھا، وہ تمہارے کورس میں داخل نہیں ہے، اس لیے تم کو جنت و دوزخ کا پتا نہیں چلا، اگر آخرت کا جغرافیہ پڑھتے تب ان کا پتہ چلتا۔

بس اہل حق جنت و دوزخ کو دنیا میں موجود نہیں مانتے بلکہ ان کو مکان آخرت میں موجود مانتے ہیں، معلوم ہوا کہ مکان آخرت اس وقت بھی موجود ہے، اور جس طرح زمان آخرت میں رویت ممکن ہے اسی طرح مکان آخرت میں بھی ممکن ہے گو دیکھنے والا ابھی زمان آخرت میں داخل نہ ہوا ہو، پس قاعدہ مذکورہ منتقض (ٹوٹا) نہیں ہوا۔

جس رویت کو آپ کے لیے ثابت کیا جاتا ہے وہ دنیا میں نہ تھی بلکہ مکان آخرت میں تھی، اور دنیا میں آپ کے واسطے بھی رویت ممکن نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام گو قویٰ بشریہ میں سب سے اکمل ہیں مگر پھر بھی بشر ہیں۔ (تحصیل المرام)

آنکھ اور دل سے دیکھنا

امام رازی اس آیت کی تفسیر کے آخر میں لکھتے ہیں

پھر نصوص اس پر وارد ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے، پس آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی گئی تھی یا آپ نے اپنے رب کو اپنی بصر سے دیکھا اور آپ کا دل آپ کی بصر میں رکھ دیا گیا تھا اور یہ کیوں نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ بندہ کا دیکھنا اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے، بندہ کی قدرت سے نہیں ہوتا، پس جب اللہ تعالیٰ بصر کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم پیدا کرتا ہے تو اس کو رؤیت کہتے ہیں اور جب وہ کسی چیز کا علم دل کے ذریعہ سے پیدا کرتا ہے تو اس کو معرفت کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کسی چیز کے علم کے لیے بصر میں مدرک پیدا کر دے جیسے وہ اس پر قادر ہے کہ کسی چیز کے علم کے لیے وہ قلب میں مدرک پیدا کر دے اور نبی ﷺ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہے اور انکا اختلاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کا اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا ممکن ہے۔ (تفسیر کبیر ۱۰ / ۲۴۲، ۲۴۱)

اس مسئلہ میں ہمارا مختار یہ ہے کہ آپ نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے دل نے آپ کی آنکھوں سے دیکھنے کی تکذیب نہیں کی بلکہ تصدیق کی۔

نگاہِ مصطفٰے اور ذات خدا

شب معراج نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا، اس پر قرآن کریم کی سورۃ النجم کی اس آیت مبارکہ سے علماء کرام نے رویت بصری پر استدلال کیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (۱۷)(النجم)

آپ ﷺ کی آنکھ نہ ادھر ادھر ہوئی اور نہ اس نے تجاوز کیا۔

اہل علم وعرفان کہتے ہیں کہ یہ آیت بھی اس بات پر دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں اپنے معبود حقیقی رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا ہے۔

"مازاغ البصر "کا معنی ہے: آپ کی نظر منحرف نہیں ہوئی، ابن بحر نے کہا: آپ کی نظر کم نہیں ہوئی، "وماطغٰی "کا معنی ہے: آپ کی نظر حق سے متجاوز نہیں ہوئی، آپ کی نظر حد سے بڑھی نہیں، یعنی آپ کی نظر ادراک کرنے سے عاجز نہیں ہوئی اور نہ اس کی تخیل سے واقع کے خلاف زیادہ وہم کیا۔(النکت والعیون ۵ / ۳۹۷)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی نظر دائیں بائیں نہیں ہوئی اور نہ زیادہ ہوئی اور نہ متجاوز ہوئی۔(زاد المسیر علامہ ابن القیم جوزیؒ ۸ / ۱۷۔۷۰)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی فرماتے ہیں کہ

ظہور نور کے وقت سیدنا محمد ﷺ کی نظر ادھر ادھر ہٹی، نہ نور سے متجاوز ہوئی، اس کے بر خلاف جب کوئی شخص سورج کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر بے اختیار ادھر ادھر ہو جاتی ہے اور آپ ﷺ نے اتنے عظیم نور کو دیکھا اور آپ ﷺ کی نظر ادھر ادھر نہیں ہوئی۔(تفسیر کبیر ۱۰ / ۲۴۶)

علامہ قونوی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھ سے اور دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ۱۸ / ۲۸۱)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ

حضرت نبی کریم ﷺ کی نظر جنت اور اس کی زیب وزینت کی طرف مڑی اور نہ دوزخ اور اس کے ہولناک عذاب کی طرف گئی، بلکہ آپ صرف اللہ عزوجل کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہے۔

علامہ سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی نظر شب معراج اپنی ذات میں الوہیت کے دلائل کی طرف متوجہ ہوئی نہ اس رات کی عظیم نشانیوں کی طرف ملتفت ہوئی، بلکہ آپ صرف اپنے رب کی ذات کا مشاہدہ کرتے رہے اور اپنے رب کی صفات کا مطالعہ کرتے رہے۔(روح المعانی۲۷ / ۸۳)

علامہ اسماعیل حقیؒ صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا کیونکہ اگر آپ نے اپنے رب کو اپنے قلب سے دیکھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا

مَا زَاغَ قَلْبُ مُحَمَّدٍ وَّمَا طَغَى

محمد (ﷺ) کا دل نہ بہکا اور نہ ہی ٹھہرا ہوا۔

اس کے بر خلاف اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کی بصر نہ بہکی اور نہ کج ہوئی اور بصر سر کی آنکھ کو کہتے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ نبی ﷺ نے بیداری میں اپنے سر کی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شب معراج اپنے رب کو دوبار دیکھا ہے اور یہ دوسری بار دیکھنے کا ماجرا ہے کیونکہ جب آپ نے پہلی بار اپنے رب کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہ تھا اس لیے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (النجم : ۱۷)

آپ کی بصر ادھر متوجہ ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے سے متجاوز ہوئی بلکہ اسی کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہی اور جب آپ نے دوسری بار واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت، دوزخ اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ صرف اسی کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر لگاتار دیکھتے رہے۔(روح المعانی۹ / ۲۶۹)

حضرت عائشہ کے مؤقف کی وضاحت

بخاری شریف میں حضرت عائشہ کا فرمان ہے کہ

مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ، وَلَكِنْ قَدْ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ (بخاری)

جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بڑی جسارت کی ہے، اور لیکن آپ ﷺ نے جبریل کو اپنی صورت میں دیکھا ہے۔

حضرت عائشہ کے ایک شاگرد حضرت مسروق نے ان سے دریافت کیا کہ

يَا أُمَّتَاهْ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلاَثٍ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: {لاَ تُدْرِكُهُ الأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الخَبِيرُ} [الأنعام:۱۰۳]، {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ} [الشورى: ۵۱]. (بخاری)

اے امی جان! کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا، جو کچھ آپ نے کہا ہے اسے سن کر میرے رونگھٹے کھڑے ہوگئے ہیں، تجھے یہ تین باتیں معلوم نہیں ہیں کہ جو شخص انہیں کہے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص تجھے یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے جھوٹ بولا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (اسے کوئی آنکھ پا نہیں سکتی اور وہ آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے وہ باریک بین اور خوب خبر رکھنے والا ہے،) (اور یہ آیت پڑھی) (اور کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ اس سے (روبرو) بات کرے۔ سوائے اس کے کہ وہ وحی کے ذریعے ہو، یا کسی پردے کے پیچھے سے)(اس کے آخر میں انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے دو بار جبریل کو اپنی صورت میں دیکھا ہے۔

ان آیات سے حضرت عائشہ نے استدلال کیا کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

شارح مسلم شریف حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمان حجت نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات سے عقلی استدلال کیا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے آپ نے نہیں سنا کہ میں نے اللہ کو نہیں دیکھا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت مسروق سے روایت ہے کہ

كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا عَائِشَةَ، ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، قَالَ: وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْظِرِينِي، وَلَا تُعْجِلِينِي، أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ} [التكوير: ٢٣]، {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى} [النجم: ١٣]؟ فَقَالَتْ: أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ، لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ،(مسلم، ترمذی)

میں حضرت عائشہ کے پاس ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ اے ابو عائشہ! تین باتیں ایسی ہیں جس نے بھی ان میں سے کوئی ایک بات کہی اس نے اللہ پر بہتان باندھا ہے، میں نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے اللہ پر بڑا بہتان باندھا ہے، (مسروق کہتے ہیں کہ) میں ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا، یہ سن کر میں اٹھ بیٹھا، پھر میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین! مجھے ذرا مہلت دیجیے، جلدی نہ کیجیے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ (اور اس نے انہیں افق المبین پر دیکھا) دوسری آیت (اور اس نے اس کو دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا) یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ اس امت میں میں وہ پہلی ہوں جس نے اس بارے

میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریل ہیں، میں نے جب سے وہ پیدا ہوئے انہیں اپنی صورت میں ان دو بار کے علاوہ نہیں دیکھا۔

یہی وہ روایت ہے جسے حضرت عائشہ کے مؤقف میں صحیح ترین مستند روایت تسلیم کیا گیا ہے، اس کا جواب علماء کرام کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس سے حضرت عائشہ کی اس بات کی نفی ہو جاتی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب فتح الباری میں نفی اور اثبات کی تمام روایات کو جمع کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو بھی ذکر کیا ہے، پھر اس کی نفی کو اثبات والی روایت سے توڑا ہے، کہ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو آپ ﷺ کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے بڑی ہے۔

پھر حضرت عائشہ نے اپنے دعویٰ پر جو دلیل پیش کی ہے کہ اللہ کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے، اس بارے میں علماء کہتے ہیں کہ یہاں ادراک نہیں کر سکتیں سے مراد احاطہ نہیں کر سکتیں ہے، تو یہ بات درست ہے۔

بعض اہل علم نے حضرت عائشہ کی نفی والی اور حضرت ابن عباس کی اثبات رویت والی روایات میں تطبیق کی کوشش فرمائی ہے وہ اس طرح کہ جن روایات میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس سے مراد یہ لے لی جائے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور جن روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اس سے مراد یہ لی جائے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اللہ کے لیے کیا بعید ہے کہ اس نے جس طرح انسان کے سر میں موجود آنکھوں کو دیکھنے کی صلاحیت اور توفیق دی ہے وہ دل کو بھی ایسا کر دے کہ وہ بھی دیکھے، جس طرح آنکھ اللہ کی قدرت سے دیکھتی ہے اسی طرح دل بھی تو اللہ کی قدرت سے دیکھ سکتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ بروز محشر اللہ تعالیٰ انسانی مونہوں پر مہر لگادیں گے اور انسانی ہاتھوں اور پیروں کو بلوائیں گے، ان سے بات کریں گے، بولنے والی زبان گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب اسے بلوایا جاسکتا ہے تو ہاتھوں اور پاؤں کو بھی تو اللہ اپنی قدرت سے بلوا سکتے ہیں، اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے، اسی طرح جو اللہ آنکھ کو دکھا سکتا ہے وہ دل کے لوتھڑے کو بھی دکھا سکتا ہے، جیسا کہ اہل علم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

جب نور کے پردے ہٹے

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

پھر مجھے نور کے پردوں میں داخل کر دیا گیا، میری وجہ سے ستر ہزار پردے پھٹے۔

اہل علم و عرفان کہتے ہیں کہ یہ ایسے پردے تھے جن کو کسی پردے سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی، ہر پردے کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر تھی، مجھ سے تمام فرشتے دور ہو گئے، اس موقع پر مجھے خوف لاحق ہو گیا، پھر مجھے ابو بکر کی زبان میں کسی نے کہا کہ ٹھہرو، تمہارا رب نماز پڑھ رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ یوں کہہ رہے ہیں

سُبحَانی سُبحَانی سَبَقَت رَحمَتِی عَلیٰ غَضَبِی

سبحانی، سبحانی (پاک ہے میری ذات، پاک ہے میری ذات) میری رحمت میرے غصے سے آگے بڑھی ہوئی ہے، بلند و بالا ذات کی طرف سے آواز آئی۔

اُدنُ یَا خَیرَ البَرِیَّةِ اُدنُ یَا اَحمَدُ اُدنُ یَا محمَّدُ فَادنَانی رَبِّی(المواهب اللدنیه)

اے مخلوق میں بہترین، اے احمد! اے محمد! قریب ہو جاؤ، چنانچہ میرے رب نے مجھے قریب کر دیا، یہاں تک کہ جیسا فرمایا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّی (۸) فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ أَوْ أَدْنَی (۹)(النجم)

پھر وہ نزدیک ہوا، پھر اور نزدیک ہوا، تو کمان کے دو کناروں کے (فاصلے کے) برابر رہ گیا یا اس سے بھی کم۔

سبز مخملی مسند

ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک نبی کریم ﷺ جبریل امین کے پروں پر تشریف لے گئے تھے، سدرۃ المنتہیٰ سے آگے رفرف پر تشریف لے گئے تھے، رفرف ایک سبز رنگ کی مخملی مسند تھی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

رفرف نبی کریم ﷺ کے قریب ہوئی، پھر نبی کریم ﷺ رب تعالیٰ کے قریب پہنچ گئے، رفرف کا لفظ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے، جس کا معنیٰ مطلق بساط کے ہیں، چاہے وہ سبز ہو، یا کسی بھی رنگ کی ہو۔ صحیح احادیث میں رفرف کا ذکر نہیں ہے، البتہ ضعیف روایات میں اس کا ذکر ملتا ہے، اس لیے اس کو بالکل بے اصل بھی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (کاندھلوی)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ

معراج کی رات میں نبی کریم ﷺ کی سواری کے لیے ایک رفرف اتری، آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ بلند کیے گئے، یہاں تک کہ اپنے پروردگار کے قریب پہنچ گئے۔

صاحب روح البیان کہتے ہیں کہ

رفرف ایک بڑی بساط تھی، شیخ عبد الوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں رفرف کی مثال ڈولی کی ہے (وہ ڈولی جس میں عورتیں بیٹھتی ہیں) (روح البیان)

پیچھے سے حضرت جبریل امین نے آواز دی۔

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰه يُثنِى عَلَيكَ فَاسمَع وَأَطِع وَلَا يُهَوِّلَنَّكَ كَلَامَه

اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف کر رہے ہیں، اسے سنیے، اللہ کی اطاعت کیجیے، اللہ کے کلام سے گھبرایئے نہیں، اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء شروع کر دی۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ

تمام قولی عبادات، تمام بدنی عبادات، تمام مالی عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے فرمایا

اَلسَّلَامُ عَلَيكَ اَيُّهَا النَّبِيُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں۔
حضرت نبی کریم ﷺ نے اس سلامتی حق کو پھر عام کیا، عرض کرنے لگے۔

اَلسَّلَامُ عَلَينَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ

ہم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندوں پر بھی سلامتی ہو۔
اس کے بعد حضرت جبریل امین نے کہا کہ

اَشهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبدُهُ وَرَسُولُهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حضرت جبریل امین نے جب ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت نبی کریم ﷺ کی عبدیت ورسالت کی گواہی دی تو ان کی پیروی میں تمام فرشتوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی عبدیت ورسالت کی گواہی دی۔(روح البیان)

سدرۃ المنتہیٰ سے رفرف پر عالم انوار کو چیرتے ہوئے عرش کے مقام قدمین تک پہنچ گئے، جسے مستویٰ کہا جاتا ہے، اس کا مفہوم قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

یہ سب کچھ رسول کریم ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں کے ساتھ دیکھا، محل استویٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، جب عالم ترکیب وتدبیر سے جدا ہوئے تو اپنی جنس کا کوئی مونس ہمراہ نہ تھا، اس عالم تنہائی میں وحشت سی محسوس ہونے لگی، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں جب تسلی دی گئی کہ اے محمد! ٹھہریے، آپ کا رب

نماز پڑھ رہا ہے، تو آپ ﷺ کو سکون آ گیا، اس وقت آپ ﷺ پر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی گئی

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

اللہ وہ ذات ہے جو تم پر رحمتیں بھیجتی ہے، اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں، تاکہ وہ ذات تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا، تو آپ ﷺ نے نور اعظم کو دیکھا، پردہ میں سے موتیوں کی ایک رفرف کو دیکھا، پھر اللہ نے اپنے محبوب سے جو کلام کرنا چاہا وہ کیا۔

جب نبی کریم ﷺ اس مقام پر پہنچے جسے کہا گیا کہ وہ قریب ہوا اور اور قریب ہوا (دنا فتدلی) بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئے اور نور السمٰوٰت والارض کے جمال بے مثال کو حجاب کبریائی کے پیچھے سے دیکھا اور بلاواسطہ کلام خداوندی اور وحی ایزدی سے مشرف اور سرفراز ہوئے۔ فاوحیٰ الی عبدہ مااوحیٰ۔ (سیرت مصطفی ۱/۳۴۲)

طبرانی کی روایت میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑا نور دیکھا، پھر اللہ نے میری طرف وحی کی جو اس نے چاہا کہ وحی کی جائے۔ (در منثور ۷/۱۲۳)

شیخ المحدثین مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے دَنَا فَتَدَلّٰی اور فَاَوحیٰ اِلَی عَبدِہٖ مَااَوحیٰ کی تفسیر بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ آیت میں دُنُو (قریب ہونا) اور تَدَلِّی (نیچے آنا) سے حق جل شانہ کا ایسا قرب خاص اور تام مراد ہے کہ جس کے ساتھ دیدار پر انوار اور مسرت التیام بھی ہوا اور فَاَوحیٰ اِلَی عَبدِہٖ مَااَوحیٰ سے بلاواسطہ مکالمہ خداوندی اور بلاواسطہ کلام اور وحی مراد ہے، اس لیے کہ دیدار کے بعد بالواسطہ کلام کے کیا معنٰی دیدار بلاواسطہ کے بعد کلام بلاواسطہ کا ذکر مناسب اور موزوں ہے۔ (سیرۃ مصطفی ﷺ ۱/۳۴۳)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سَأَلَنِی رَبِّی فَلَم أَستَطِع اَن أُجِیبَه فَوَضَعَ یَدَهُ بَینَ کَتِفَیَّ

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا تو مجھ میں ہمت نہ تھی کہ میں انہیں جواب دوں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کاندھوں کے درمیان رکھا۔(تفسیر روح البیان)

یہاں ہاتھ سے دستِ قدرت مراد ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے، اس میں کیفیت اور حد بھی بیان نہیں کی جاسکتی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے دست قدرت کی ٹھنڈک پائی، پھر اس نے مجھے اولین اور آخرین کے علم کا وارث بنایا، مجھے بہت سے علوم سکھائے، اللہ تعالیٰ نے ایسا علم سکھایا جس کے چھپانے پر پکڑ ہوتی ہے، اس لیے میرے سوا اسے اٹھانے کی طاقت کوئی نہیں رکھتا، اور ایسا علم دیا جس میں مجھے اختیار دیا، ایک ایسا علم دیا جس کی تبلیغ اپنی امت کے ہر خاص وعام کو کرنے کا حکم دیا۔(تفسیر روح البیان)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو بہت سے علوم سکھائے گئے، مگر یہ تین علوم جن پر فاء دلالت کرتی ہے یہ اولین اور آخرین کے علوم سے زائد ہیں، پہلا علم باب حقیقت سے ہے، دوسرا باب المعرفت سے ہے اور تیسرا باب الشریعہ سے ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جن عطایا اور نوازشات سے آپ ﷺ کو سرفراز فرمایا ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سورۃ البقرہ کے اختتام پر موجود چند آیات سے نوازا گیا، سورۃ والضحیٰ کی چند آیات سے نوازا گیا، اسی طرح اَلَم نَشرَح کی بعض آیات سے سرفراز فرمائے گئے۔

وحی جب بلاواسطہ ہو تو اس چیز کی مقتضی ہے کہ خطاب کا صیغہ استعمال ہوتا، مگر نبی کریم ﷺ نے بلا کیف اللہ کا کلام سنا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سنائی دینے والی آواز ہر طرف سے آرہی تھی اور سنائی دے رہی تھی۔ اس لیے کہ اس ذات عالی کی شان یہ ہے، عارف جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں کہ

کلام سرمدی بے نقل بشنید... خداوند جہاں را بے جہت دید

دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود دلش در چشم و چشمش در دلش بو

بدید آنچہ از حد دیدن برون بود... مپرس ازما زکیفیت کہ چون بود

نہ چندی وگنجد آنجاؤنہ چونی فرد بند از کمی لب وز فزونی

شنید انگہ کلامے نہ بآواز معانی در معانی راز با دراز

نہ آگاہی از وکام وزباں را نہ ہمراہی از و نطق وبیان را

حضرت نظامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

کلامیکہ بے آلہ آمد شنید لقائے کہ آں دیدنی بود دید

چنانچہ دید کز حضرت ذوالجلال نہ زانسو جہت بد نہ زیں سو خیال

عرش کے نیچے ستر شہر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

رَأَيتُ لَيلَةَ أُسرِيَ بِي اِلَى السَّمَاءِ تَحتَ العَرشِ سَبعِينَ مَدِينَةً كُلُّ مَدِينَةٍ مِثلُ دُنيَاكُم هَذِه سَبعِينَ مَرَّةً مَملُوءَة مِّنَ المَلَائِكَةِ يُسَبِّحُونَ الله وَيُقَدِّسُونَهُ وَيَقُولُونَ فِى تَسبِيحِهم اللّٰهُمَّ اغفِر لِمَن شَهدَ الجُمُعَةَ (روح)

میں نے معراج کی رات میں عرش کے نیچے آسمان کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہاں ستر شہر دیکھے، ہر ایک شہر تمہاری دنیا کے ستر گنا کی طرح ہے، یہ شہر فرشتوں سے بھرے پڑے ہیں، یہ فرشتے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور اپنی تسبیح میں یوں کہہ رہے ہیں، اے اللہ جو شخص جمعہ کی نماز میں شریک ہوا اسے معاف کر دے۔

اے اللہ اسے معاف کر دے جو جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرے۔

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ ایک صدقہ کے بدلے میں دس اس جیسے ملیں گے اور ایک قرض کے بدلے میں اٹھارہ اس جیسے ملیں گے، میں نے

جبریل امین سے پوچھا قرض کے بدلے اس قدر زیادہ ملنے کی وجہ کیا ہے؟ تو جبریل امین نے کہا کہ سائل جب سوال کرتا ہے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ ہوتا ہے، جب کہ قرض مانگنے والا اس وقت قرض مانگتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ (روح البیان)

حضرت نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرنے کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کو سوال کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، پھر حضرت نبی کریم ﷺ نے بصد ادب واحترام عرض کیا کہ

اے میرے رب! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، انہیں بڑی بادشاہی عطا کی، آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑی بادشاہی دی، ان کے لیے آپ نے لوہے کو نرم کیا، ان کے لیے آپ نے پہاڑوں کو مسخر کیا، آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی دی جو ان کے بعد کسی کے لیے مناسب نہیں تھی، آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی، انہیں آپ نے ایسا بنایا کہ وہ مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیتے تھے، وہ کوڑھ کی بیماری والے کو چنگا بھلا کر دیتے تھے، وہ مردوں کو تیرے حکم سے زندہ کر دیتے تھے، آپ نے انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان سے محفوظ رکھا، شیطان کا ان دونوں کے اوپر کوئی داؤ نہیں چلتا تھا۔

اس التجا اور سوال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا

وَقَدِ اتَّخَذتُكَ خَلِيلًا وَّحَبيباً وَهُوَ مَكْتُوب فِي التَّوْرَاةِ حَبيبُ الرَّحْمَن وَأَرسَلتُكَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيراً وَّنَذِيراً وَشَرَحتُ لَكَ صَدرَكَ وَوَضَعتُ عَنْكَ وِزرَكَ وَرَفَعتُ لَكَ ذِكرَكَ فَلَا أُذكَرُ إِلَّا ذُكِرتَ مَعِي وَجَعَلتُ أُمَّتَكَ خَيرَ أُمَّةٍ أُخرجَت لِلنَّاسِ وَجَعَلتُ أُمَّتَكَ أُمَّةً وَّسَطاً وَّجَعَلتُ أُمَّتَكَ هُمُ الْأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَجَعَلتُ أُمَّتَكَ لَا تَجُوزُ لَهُم خَطِيئَةً حَتَّى يشْهدُوا اِنَّكَ عَبدِي وَرَسُولِي وَجَعَلتُ مِن اُمَّتِكَ اَقوَاماً قُلُوبُهُم أَنَاجِيلُهمْ وَجَعَلتُكَ اَوَّلُ

النَّبِيينَ خَلقاً وَآخِرُهُمْ بَعثاً وَأَوَّلُهم يُقْضىٰ لَهُ وَأَعطَيتُكَ سَبعاً مِّنَ المَثَانِي لَم أُعْطِهَا نَبياً قَبلَكَ وَأَعطَيتُكَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِن كنز تَحتَ الْعَرْشِ لَم أُعْطِهَا نَبياً قَبلَكَ وَأَعطَيتُكَ الْكَوْثَرَ وَأَعطَيتُكَ ثَمَانِيَةَ أَسْهُم الْإِسْلَامُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجِهَادُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ والامرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْي عَنِ الْمُنكر وجَعَلتُك فَاتحاًوخَاتِماً (الخصائص ۱/۲۸۸)
میں نے آپ کو خلیل اور حبیب بنایا، تورات میں خلیل اور حبیب ہی کو حبیب الرحمٰن لکھا گیا ہے، میں نے آپ کو ساری انسانیت کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے، میں نے آپ کے سینے کو کھول دیا ہے، میں نے آپ کے بوجھ کو کم کر دیا ہے، میں نے آپ کی شان بلند کر دی ہے، جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا، میں نے آپ کی امت کو بہترین امت بنایا ہے، جو لوگوں کے فائدے کے لیے نکالی گئی ہے۔

میں نے آپ کی امت کو امت وسط (معتدل) بنایا ہے، میں نے آپ کی امت کو اولین وآخرین بنایا ہے (یعنی سب سے آخر میں آنے والی اور سب سے پہلے جنت جانے والی) میں نے آپ کی امت کو ایسا بنایا کہ جب تک وہ آپ کے لیے میرا بندہ اور میرا رسول ہونے کی گواہی دیں گناہ کرنا جائز نہیں ہے۔

میں نے آپ کی امت میں ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جن کے دل کتابیں ہیں، (یعنی ان کے سینے کے سفینے میں ان کی کتاب محفوظ ہو گی) میں نے آپ ﷺ کو پیدائش کے لحاظ سے تمام نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر میں بھیجا۔

آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جن کا فیصلہ کیا جائے گا، میں نے آپ کو سبعاً من المثانی (سات بار بار دہرائی جانے والی آیات، سورۃ الفاتحہ) عطا کی ہیں، آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دیں، میں نے آپ کو سورۃ البقرہ کی آخری آیات دیں، جو کہ عرش کے نیچے والے خزانوں سے عطا کی ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیں۔

میں نے آپ کو کوثر عطا کی ہے، میں نے آپ کو اسلام کے آٹھ حصے عطا کیے ہیں، ان میں ایک اسلام ہے، ہجرت ہے، جہاد ہے، نماز ہے، صدقہ ہے، رمضان کا روزہ ہے، امر بالمعروف (نیکی کی دعوت) ہے، نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) ہے، میں نے آپ کو فاتح (فتح کرنے والا، کھولنے والا) اور خاتم (یعنی سارے نبیوں سے بعد میں آنے والا) بنایا ہے، دوسرا اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے آپ کو اول الانبیاء اور خاتم الانبیاء بنایا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ۱/۲۸۸)

عرش کے کناروں پر اسم محمد

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں نے عرش کے کناروں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ (الخصائص الکبریٰ)

کنز العمال میں ابی الحمراء کی روایت میں ہے کہ عرش کے دائیں کنارے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ (کنز العمال)

ایک روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا ذکر ہے جس میں آدم علیہ السلام نے اپنی توبہ کے لیے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ محمد کیا ہے اور کون ہے؟

اس پر آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اے اللہ! جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے تیرے عرش پر دیکھا تھا کہ وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، اسی وقت میں سمجھ گیا تھا کہ جس ہستی کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے یہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔ (الوفا بتعریف فضائل المصطفٰی ﷺ)

ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کا نام عرش پر

اسی طرح ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا، میں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذی النورین لکھا ہوا دیکھا۔

رَأَيْت على الْعَرْش مَكْتُوبًا لَا إِلَه إِلَّا الله مُحَمَّد رَسُول الله أَبُو بكر الصّديق عمر الْفَارُوق عُثْمَان ذُو النورين (الخصائص الكبریٰ)

میں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی لکھا ہوا دیکھا۔ یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ میں نے علی کے ذریعے اس کی مدد اور نصرت کی ہے۔

روایت میں چار یاران نبی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء میں سے تین کے نام عرش پر مکتوب تھے اور مولیٰ علی شیر خدا کے بارے میں اسی کے ساتھ مرقوم تھا کہ میں نے علی کے ذریعے اپنے نبی کی مدد اور نصرت کی ہے۔

رحمت دو جہاں ﷺ کی واپسی کا سفر

حضرت نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کے بعد واپس اسی طرح زمین کی طرف روانہ ہوئے، جس طرح آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے تھے، وہی جبریل کی معیت، وہی رفرف کی مسند نشینی، وہی جبریل کے پروں کی سواری، یہاں تک کہ واپس بیت المقدس پہنچ گئے، وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے پہلے مکہ معظمہ میں وہاں پہنچ گئے جہاں سے آپ ﷺ کو اس عجیب وغریب سفر کے لیے لیجایا گیا تھا، یہ تین چار گھنٹے کا سفر تھا۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر معراج ایک لحظہ کا سفر تھا، یعنی گھنٹوں پر مشتمل نہیں تھا، ان کے خیال میں اللہ جل جلالہ زمانے کو لمبا کرنے اور چھوٹا کرنے پر قادر ہیں، جیسا کہ ساری امت مسلمہ کا ایمان ہے، اہل ایمان تو اس مختصر سے وقت میں اس طویل

ترین سفر کو تسلیم کرتے ہیں، مگر عقل محو حیرت ہے وہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ اتنا لمبا سفر محض تین چار گھنٹوں یا لمحہ میں ہو جائے، مگر تھوڑے غور وفکر سے انسان تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کیونکہ انسانی وجود میں ایک ایسی چیز ہے جسے دل کہتے ہیں وہ ایک ہی لمحہ میں پوری کائنات کا چکر کاٹ لیتا ہے۔

خلاصہ واقعۂ معراج

امام تفسیر علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں واقعہ معراج النبی ﷺ سے متعلق بہت سی روایات پیش کی ہیں، اس کے بعد انہوں نے واقعہ معراج کو اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جو ان کی تفسیر سے ملاحظہ فرمایئے۔

حق بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سفر اسراء بیداری میں پیش آیا خواب میں نہیں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک یہ سفر براق پر ہوا جب دروازہ بیت المقدس پر پہنچے تو براق کو دروازہ کے قریب باندھ دیا اور آپ مسجد بیت المقدس میں داخل ہوئے اور اس کے قبلہ کی طرف تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا فرمائیں اس کے بعد ایک زینہ لایا گیا جس میں نیچے سے اوپر جانے کے درجے بنے ہوئے تھے اس زینہ کے ذریعہ آپ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے اس کے بعد باقی آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

ہر آسمان میں وہاں کے فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا اور ہر آسمان میں ان انبیاء (علیہم السلام) سے ملاقات ہوئی جن کا مقام کسی معین آسمان میں ہے مثلاً چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ساتویں میں حضرت خلیل اللہ ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی، پھر آپ ان تمام انبیاء (علیہم السلام) کے مقامات سے بھی آگے تشریف لے گئے اور ایک ایسے میدان میں پہنچے جہاں قلم تقدیر کے لکھنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سونے کے پروانے اور

مختلف رنگ کے پروانے گر رہے تھے اور جس کو اللہ کے فرشتوں نے گھیرا ہوا تھا اسی جگہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کو آنحضرت محمد ﷺ نے ان کی اصلی شکل میں دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے اور وہیں پر ایک رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے افق کو گھیرا ہوا تھا رفرف مسند سبز ہرے رنگ کی پالکی۔

اور آپ نے بیت المعمور کو بھی دیکھا جس کے پاس بانی کعبہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) دیوار سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ داخل ہونے کی قیامت تک نہیں آتی اور آنحضرت محمد ﷺ نے جنت اور دوزخ کا بچشم خود معائنہ فرمایا اس وقت آپ کی امت پر اول پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا حکم ملا پھر تخفیف کر کے پانچ کر دی گئیں اس سے تمام عبادات کے اندر نماز کی خاص اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ واپس بیت المقدس میں اترے اور جن انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ مختلف آسمانوں میں ملاقات ہوئی تھی وہ بھی آپ کے ساتھ اترے (گویا) آپ کو رخصت کرنے کے لئے بیت المقدس تک ساتھ آئے اس وقت آپ نے نماز کا وقت ہو جانے پر سب انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ نماز ادا فرمائی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نماز اسی دن صبح کی نماز ہو۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ امامت انبیاء (علیہم السلام) کا واقعہ بعض حضرات کے نزدیک آسمان پر جانے سے پہلے پیش آیا تھا لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ واپسی کے بعد ہوا کیونکہ آسمانوں پر انبیاء (علیہم السلام) سے ملاقات کے واقعہ میں یہ منقول ہے کہ سب انبیاء (علیہم السلام) سے جبرائیل امین نے آپ کا تعارف کرایا اگر واقعہ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف کی ضرورت نہ ہوتی اور یوں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس سفر کا اصل مقصد ملا اعلیٰ میں جانے کا تھا پہلے اسی کو پورا کرنا اقرب معلوم ہوتا ہے پھر جب اس اصلی کام سے فراغت ہوئی تو تمام انبیاء (علیہم السلام) آپ کے ساتھ مشایعت (رخصت) کے

لئے بیت المقدس تک آئے اور آپ کو جبرئیل امین کے اشارہ سے سب کا امام بنا کر آپ کی سیادت اور سب پر فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس کے بعد آپ بیت المقدس سے رخصت ہوئے اور براق پر سوار ہو کر اندھیرے وقت میں مکہ معظمہ پہنچ گئے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر)

واقعۂ معراج: ایک غیر مسلم کی شہادت

حافظ ابو نعیم اصبہانی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں محمد بن عمر واقدی کی سند سے بروایت محمد بن کعب قرظی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ۔

رسول کریم ﷺ نے شاہ روم قیصر کے پاس اپنا نامہ مبارک دے کر حضرت دحیہ ابن خلیفہ کو بھیجا اس کے بعد حضرت دحیہؓ) کے خط پہونچانے اور شاہ روم تک پہنچنے اور اس کے صاحب عقل و فراست ہونے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا (جو صحیح بخاری اور حدیث کی سب معتبر کتب میں موجود ہے جس کے آخر میں ہے کہ شاہ روم ہر قل نے نامہ مبارک پڑھنے کے بعد آنحضرت محمد ﷺ کے حالات کی تحقیق کرنے کے لئے عرب کے ان لوگوں کو جمع کیا جو اس وقت ان کے ملک میں بغرض تجارت آئے ہوئے تھے۔

شاہی حکم کے مطابق ابو سفیان ابن حرب اور ان کے رفقاء جو اس وقت مشہور تجارتی قافلہ لے کر شام میں آئے ہوئے تھے وہ حاضر کئے گئے شاہ ہر قل نے ان سے سوالات کئے جن کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے۔

ابو سفیان کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ اس موقع پر رسول کریم ﷺ کے متعلق کچھ ایسی باتیں بیان کریں جن سے آپ کی حقارت اور بے حیثیت ہونا ظاہر ہو مگر ابو سفیان کہتے ہیں کہ مجھے اپنے اس ارادہ سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں تھی کہ مبادا میری زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس کا جھوٹ ہونا کھل جائے اور میں بادشاہ کی نظر سے گر جاؤں اور میرے ساتھی بھی ہمیشہ مجھے جھوٹا ہونے کا طعنہ دیا کریں۔

البتہ مجھے اس وقت خیال آیا کہ اس کے سامنے واقعہ معراج بیان کروں جس کا جھوٹ ہونا بادشاہ خود سمجھ لے گا تو میں نے کہا کہ میں ان کا ایک معاملہ آپ سے بیان کرتا ہوں جس کے متعلق آپ خود معلوم کرلیں گے کہ وہ جھوٹ ہے ہر قل نے پوچھا وہ کیا واقعہ ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ مدعی نبوت یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات میں مکہ مکرمہ سے نکلے اور آپ کی اس مسجد بیت المقدس میں پہنچے اور پھر اسی رات میں صبح سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہمارے پاس پہنچ گئے۔

ایلیاء (بیت المقدس) کا سب سے بڑا عالم اس وقت شاہ روم ہر قل کے سرہانے پر قریب کھڑا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ میں اس رات سے واقف ہوں شاہ روم اس کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کو اس کا علم کیسے اور کیونکر ہوا اس نے عرض کیا کہ میری عادت تھی کہ میں رات کو اس وقت تک سوتا نہیں تھا جب تک بیت المقدس کے تمام دروازے بند نہ کردوں اس رات میں نے حسب عادت تمام دروازے بند کردیئے مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا تو میں نے اپنے عملہ کے لوگوں کو بلایا انہوں نے مل کر کوشش کی مگر وہ ان سے بھی بند نہ ہوسکا۔

دروازے کے کواڑ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرسکے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہم کسی پہاڑ کو ہلا رہے ہیں میں نے عاجز ہوکر کاریگروں اور نجاروں کو بلوایا انہوں نے دیکھ کر کہا کہ ان کواڑوں کے اوپر دروازہ کی عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے اب صبح سے پہلے اس کے بند ہونے کی کوئی تدبیر نہیں صبح کو ہم دیکھیں گے کہ کس طرح کیا جاوے میں مجبور ہوکر لوٹ آیا اور دونوں کواڑ اس دروازے کے کھلے رہے۔

صبح ہوتے ہی میں پھر اس دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دروازہ مسجد کے پاس ایک پتھر کی چٹان میں روزن کیا ہوا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کوئی جانور باندھ دیا گیا ہے اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج اس دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے

شاید اس لئے بند ہونے سے روکا ہے کہ کوئی نبی یہاں آنے والے تھے اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے اس کے بعد اور تفصیلات بیان کی ہیں (ابن کثیر ص ۲۴ ج ۳)

سفر معراج کی منظر کشی

حضرت نبی کریم ﷺ جب واپس تشریف لائے تو حضرت ام ہانی کو اپنے سفر کا سارا قصہ سنایا اور انہیں بتایا کہ میں قریش کو جاکر اس واقعہ کی خبر دینے لگا ہوں، حضرت ام ہانی نے اللہ کی قسم دے کر آپ ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! یہ واقعہ قریش کو مت بتایئے، وہ آپ کو جھٹلا دیں گے، جب صبح ہوئی تو ام ہانی نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ لی، مگر آپ ﷺ نے ان سے اپنی چادر چھڑائی اور حطیم میں جا پہنچے جہاں قریش بیٹھے ہوئے تھے، یہاں بیٹھنے والوں میں مطعم بن عدی، ابو جہل بن ہشام، ولید بن مغیرہ شامل تھے۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اپنے سفر کے احوال سنائے، انہیں بتایا کہ میں نے آسمان میں کیا کیا عجائبات قدرت دیکھے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ملاقات کا ذکر کیا، بیت المعمور کعبہ ملائکہ پر جانے کا ذکر کیا، سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے کا ذکر کیا۔

جب آپ ﷺ مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلائیں گے اور آپ ﷺ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ اس چیز کو پوشیدہ رکھیں یا چھپائیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اور اس کی عظمت پر دلالت کرے، آپ ﷺ مسجد الحرام میں غم گین بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے دشمن خدا ابو جہل گزرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔

اس نے ازروئے استہزا آپ ﷺ سے کہا کہ کیا کوئی خبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، آج کی رات مجھے معراج کرائی گئی ہے، اس نے پوچھا کہ کہاں؟ آپ ﷺ

نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف، اس نے کہا کہ پھر آپ نے صبح ہمارے درمیان کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، ابو جہل نے کہا کہ مجھے اجازت دیں تو میں قوم کے لوگوں کو جمع کروں تاکہ جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے وہ انہیں بھی بتادیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، ابو جہل نے کعب بن لوئ کے لوگوں کو آواز دی، لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے، یہاں تک کہ وہ ان دونوں کے سامنے بیٹھ گئے۔

ابو جہل نے کہا کہ اپنی قوم کو بھی وہ بات بتایئے جو مجھے بتائی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معراج کرائی گئی ہے، لوگوں نے پوچھا کہ کہاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف، پھر میرے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو جمع کیا گیا، میں نے انہیں نماز پڑھائی، میں نے ان سے بات کی، ابو جہل نے استہزائی انداز میں کہا ان نبیوں کی صفات ہمیں بیان کرو۔

آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان یوں بیان کی کہ وہ درمیانے قد کے تھے، نہ بہت لمبے اور نہ بہت چھوٹے، ان کا سینہ چوڑا تھا، گھنگریالے بالوں والے تھے، ان کے بال بھورے رنگ کے تھے، سرخی مائل تھے، ان کے بالوں میں سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں، یوں دکھائی دے رہے تھے کہ ابھی حمام سے نکلے ہیں، تم میں عروہ بن مسعود ثقفی ان کی طرح ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان یوں بیان کی کہ وہ گندمی رنگت والے تھے، وہ معجزاتی طور پر جب اپنا ہاتھ بغل کے نیچے ڈال کر نکالتے تو اس وقت اس کا رنگ وہ نہیں ہوتا تھا جو ان کے سارے جسم کی رنگت ہے، وہ یمنی لوگوں میں سے شنوء ء کے مردوں کی طرح لمبے قد کے تھے، گھنے بال والے تھے، گہری آنکھوں والے تھے، دانت ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے (یعنی ان کے درمیان فاصلہ نہیں تھا) ہونٹ پتلے تھے، مسوڑھے نکلے ہوئے تھے، وہ سخت مزاج کے تھے، رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہ پیدائش اور اخلاق کے لحاظ سے لوگوں میں مجھ سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی یہ گفتگو سن کر قریش کے لوگوں نے چیخ ماری، اس سارے منظر کو بڑا سمجھا، بعض نے زور سے ہاتھوں پر ہاتھ مارنے شروع کر دیے، بعض نے تعجب اور انکار کرتے ہوئے اپنے سروں پر ہاتھ رکھ لیے، کہنے لگے کہ ہم بیت المقدس تک اونٹوں پر سوار ہو کر ایک ماہ میں پہنچتے اور ایک ماہ میں واپس لوٹتے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ میں ایک ہی رات میں وہاں گیا، لات اور عزّیٰ کی قسم! ہم تیری بات کو سچا نہیں سمجھتے، اس پر کچھ لوگ جو آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے وہ مرتد ہو گئے۔

خلیفہ اول بلا فصل کی تصدیق

کچھ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑے چلے گئے، جا کر ان سے کہنے لگے کہ حضرت محمد ﷺ اگر اس طرح اس طرح کی بات کریں تو کیا آپ ان کی اس بات کو تسلم کریں گے ؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان کی اس سے آگے کی بھی کوئی بات ہو تو تسلیم کروں گا، یعنی اگر آپ ﷺ یوں کہیں کہ میں ایک رات میں بیت المقدس گیا، تو بھی تصدیق کروں گا، کیونکہ میں تو آسمانوں سے آنے والی اس خبر کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو ایک غدوہ میں آسمانوں سے آتی ہے (نماز فجر سے لے سورج نکلتے تک کے وقت میں آجاتی ہے) میں اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو ایک روحہ میں آتی ہے، (یعنی وقت زوال سے لے کر رات تک کا وقت)

یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ تو مجھے یہاں تک خبر دیتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان سے زمین کی طرف دن اور رات کی ایک گھڑی میں خبر آتی ہے، تو میں اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں، جو خبریں آپ ﷺ کے پاس آسمان سے فرشتہ کے ذریعے آتی ہیں یہ اس سے بہت بعید ہے جن پر تم لوگ حیران ہو رہے ہو۔

یہی وہ موقع تھا جب جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زبان رسالت مآب ﷺ سے صدیق اکبر کا خطاب عظیم ملا، کہ ابو بکر بہت زیادہ سچا انسان ہے، یہ وہ مقام تھا جہاں

جھٹلانے والوں کی تعداد تصدیق کرنے والوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی، لوگ مرتد ہو رہے تھے کہ حضرت محمد ﷺ یہ کیسی عجیب و غریب خبر سنا رہے ہیں، مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی سے پوچھے بغیر، آپ ﷺ کو اعتماد میں لیے بغیر فوراً ہی تصدیق کر کے اہل مکہ کے دل و دماغ میں ایک نیا ارتعاش پیدا کر دیا، جو حیرت و استعجاب کے بحر عمیق میں ڈوبے ہوئے تھے۔

علی رضی اللہ عنہ کی مہر تصدیق بر صدیق رضی اللہ عنہ

یہی تو وہ ساعت سعید تھی جب مولا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ایک تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام آسمان سے "صدیق" اتارا، یعنی صدیق اللہ کا رکھا ہوا نام ہے انسانوں کا رکھا ہوا نہیں ہے۔

بیت المقدس سے متعلق مکہ والوں کا سوال

ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جو بیت المقدس کو جانتے تھے، انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اے محمد! ہمارے سامنے بیت المقدس کی منظر کشی کرو، اس کے دروازے کتنے ہیں؟ انہیں پتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ بیت المقدس کے دروازے گننے نہیں گئے تھے، نہ ہی آپ ﷺ نے اپنی گفتگو میں اس طرف اشارہ کیا، مکہ والوں کا خیال تھا کہ جب حضرت محمد ﷺ بھری بزم میں بیت المقدس کے بارے میں نہیں بتا سکیں گے تو یوں ان کا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

جب مکہ والوں نے یہ سوال کیا تو حضرت نبی کریم ﷺ کو پریشانی لاحق ہوئی، ایک فرمان میں آپ ﷺ نے اس کا ذکر بھی کیا کہ

فَكَرَبْتُ كَرْبًا شَدیداًلَمْ أَكَرُبْ مِثْلَهُ قَطُّ لِانَّهم سَأَلُونی عَن أَشیَاءَ لَم أَثبُتهَا وَكُنتُ دَخَلتُهُ لَیلاً وَّخَرَجتُ مِنهُ لَیلاً فَقُمتُ فی الحَجَر فَجَلَّی الله لی بَیتَ المَقدَسِ

جتنی تکلیف اس سوال پر ہوئی اتنی تکلیف کبھی بھی نہیں پہنچی، اس لیے کہ اہل مکہ نے مجھ سے ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا تھا جن کا ثبوت میں نے انہیں نہیں دیا تھا، اس لیے کہ میں رات کے وقت بیت المقدس میں داخل ہوا تھا، رات ہی کو وہاں سے نکلا تھا، پھر جب میں حطیم میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو ظاہر کر دیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی شکل وصورت جبریل کے پروں پر میرے لیے ظاہر کر دی، یا اللہ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان سے پردے ہٹا دیے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کو دیکھ لیا۔(روح البیان)

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان سے پردے ہٹا دیے تو میں نے اسے دیکھ لیا۔(بخاری شریف)

مسلم کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو بلند کر دیا تو میں نے اسے دیکھ لیا، پھر انہوں نے جو سوال مجھ سے کیا میں نے انہیں اس کا جواب دیا۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

فَجِيءَ بِالْمَسْجِدِ وَأَنَا أَنْظُرُ حَتَّى وُضِعَ دُونَ دَارِ عِقَالٍ أَوْ عُقَيْلٍ فَنَعَتُّهُ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

پس مسجد (بیت المقدس) لائی گئی، درانحالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ دار عقال یا دار عقیل کے قریب رکھ دی گئی، پھر میں نے اس کے اوصاف بیان کیے اور میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بزار، ابن ابی شیبہ ،نسائی فی الکبریٰ، طبرانی، بیہقی نے دلائل ، علامہ جلال الدین سیوطی نے در منثور، ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے۔

ابو العباس شہاب الدین قسطلانی فرماتے ہیں کہ مسجد لائی گئی سے مراد یہ ہے کہ مسجد کی مثل مسجد لائی گئی،(مواہب اللدنیہ)

سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام مسجد کی تصویر اپنے پروں پر لے کر تشریف لائے، (سیرت حلبیہ) پھر نبی کریم ﷺ نے وضاحت سے ایک ایک چیز ان کے سامنے بیان کی کہ فلاں دروازہ فلاں جگہ پر ہے، فلاں چیز فلاں جگہ پر ہے، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

بعض محدثین کہتے ہیں کہ بیت المقدس کو اٹھا کر آپ ﷺ کے قریب لانے میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اس لیے کہ یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ ہو سکتا ہے، کیونکہ ملکہ بلقیس کے تحت کو اگر ایک لحظہ میں لا کر حاضر کیا جا سکتا ہے تو بیت المقدس کو کیوں اس طرح نہیں لایا جا سکتا ہے۔

بعض محدثین کہتے ہیں کہ بیت المقدس کو اٹھا کر لایا گیا سے مراد اس کی مثال اور صورت ہے، کیونکہ جس وقت آپ ﷺ لوگوں کے سامنے بیت المقدس کے اوصاف بیان کر رہے تھے اس وقت بیت المقدس کے قریب رہنے والے لوگوں کے سامنے سے بیت المقدس نہیں ہٹا تھا۔

حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بہر حال نبی کریم ﷺ نے انہیں بیت المقدس کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیے، اس کی نشانیاں انہیں بتائیں، اس کی علامات انہیں بتائیں اور آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے چلے جا رہے تھے، اہل مکہ نے آسمان میں دیکھی گئی چیزوں کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال نہیں کیا، کیونکہ وہ آسمان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے، ہاں بیت المقدس کے بارے میں وہ لوگ جانتے تھے جو وہاں آتے جاتے تھے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

ایک اور بھی نشانی بتاؤں کہ میں فلاں لوگوں کے ایک قافلے کے پاس سے فلاں وادی میں گزرا، یعنی روحاء میں، جو مدینہ کے قریب واقع ہے، اس کے اور مدینہ کے درمیان دو

راتوں کی مسافت ہے، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، میں نے آتے جاتے میں ان کے کجاووں کے پاس آیا، ان کے پیالوں سے پانی پیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ان سے پوچھ لینا۔

مکہ والوں نے پوچھا کہ ہمارے قافلے کے بارے میں ہمیں بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تنعیم میں اس کے پاس سے گزرا ہوں، یہ تنعیم مکہ کے قریب ایک جگہ ہے، مطلب یہ کہ میں مکہ کی طرف واپس آرہا تھا، آپ ﷺ نے ان کو ان کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے حالات بھی بتائے، یہ بھی بتایا کہ یہ قافلہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

ایک بھورے رنگ کا اونٹ ان میں آگے آگے ہو گا، اس پر دو بورے لدے ہوں گے، سیاہ و سفید رنگ کے، چنانچہ یہ سن کر لوگ ایک پہاڑی پر چڑھے، ایک کہنے والے نے کہا کہ اللہ کی قسم! سورج طلوع ہو چکا ہے، دوسرے نے کہا کہ اللہ کی قسم! قافلہ پہنچ چکا ہے، اس میں بھورے رنگ کا اونٹ آگے تھا، جیسے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس پر دو بورے ہوں گے ایسا ہی تھا، چنانچہ اس منظر کو دیکھ کر مرتدین نے اپنے ارتداد سے توبہ کر لی اور مشرکین اپنی ڈگر پر قائم رہے اور زبانوں سے یہ کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر ہے۔ (تفسیر روح البیان)

جب سورج روک دیا گیا

بعض روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ ذرا اس قافلے کو پہنچنے میں دیر لگ گئی تو نبی کریم ﷺ کی خاطر سورج کو روک دیا گیا تھا، تاکہ قافلہ پہنچ جائے تو پھر سورج طلوع ہو، بعض کہتے ہیں کہ سورج کا چلنا روک دیا گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ سورج کے چلنے کی رفتار کم کر دی گئی تھی، بعض یہ کہتے ہیں کہ سورج کو پیچھے کی طرف لوٹا دیا گیا تھا۔ (روح البیان)

صاحب روح البیان یہاں اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ اگر سورج کو روکا جاتا، یا اسے واپس کیا جاتا تو سارا فلکی نظام برباد ہو جاتا، حالانکہ سورج کو واپس کرنا یہ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے تھا، یہاں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے، یہ خرق عادت چیز ہے، بعض انبیاء کرام علیہم السلام جیسے حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یوشع اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے لیے بھی سورج کو روکا گیا ہے، اور سورج کا غروب ہونے کے بعد دوبارہ لوٹنا تو خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے لیے بھی ہوا ہے۔ (روح البیان)

خیبر کے موقع کی بات ہے، حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا سر مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے علی کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ نہیں پڑھی، اس پر حضرت نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! سورج کو واپس لوٹا دے کیونکہ یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں دیکھ رہی تھی سورج غروب ہو گیا تھا پھر دوبارہ لوٹ آیا، روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑ رہی تھی، یہ واقعہ خیبر میں صہبا نامی جگہ پر پیش آیا۔ (الزرقانی ۶/ ۴۸۵)

اس روایت کو علامہ طحاوی اور قاضی عیاض نے درست تسلیم کیا ہے جب کہ علامہ ابن الجوزی وغیرہ نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے، اس روایت کے بارے میں محدثین کی دو طرح کی آراء پائی جاتی ہیں، بعض اسے درست مانتے ہیں اور بعض اس کے راویوں پر سخت جرح کرتے ہوئے انہیں کذاب قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ابن الجوزی کے موضوعات میں اس حدیث کو شامل کرنے کو ان کی غلطی قرار دیا ہے، محدثین کی جرح و تعدیل اپنی جگہ پر

لیکن ایک بات کی طرف کہیں بھی دھیان نہیں دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی دعاء پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھائی ہے۔

علامہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے صہبا میں ظہر کی نماز ادا کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لیے بھیج دیا، جب واپس آئے تو نبی کریم ﷺ نماز عصر پڑھ چکے تھے، اس کے بعد نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو نہیں جگایا، سورج غروب ہو گیا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! علی نے اپنے کو تیرے نبی ﷺ کے لیے روکے رکھا اس لیے سورج کو دوبارہ لوٹا دے، سورج لوٹا، پہاڑوں اور زمین پر اس کی روشنی پڑی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے، وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر سورج غروب ہو گیا۔

شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت مصطفی ﷺ میں واقعہ معراج کے ذیل میں حبس شمس کا واقعہ یوں نقل فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ نشانی بتلائی کہ فلاں تجارتی قافلہ جو شام سے آرہا ہے وہ بدھ کی شام تک مکہ پہنچ جائے گا، جب بدھ کا دن ہوا تو قافلہ نہ پہنچا اور آفتاب غروب ہو گیا، آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو کچھ دیر کے لیے روک دیا، یہاں تک کہ یہ قافلہ آپ ﷺ کی خبر کے مطابق اسی روز شام کو مکہ پہنچ گیا۔ (زرقانی شرح مواہب ۶/۱۲۶)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ صبح کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا، ممکن ہے کہ دو قافلے ہوں، ایک صبح پہنچا ہو اور ایک شام اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی قافلہ ہو کچھ آدمی صبح کو پہنچے ہوں اور کچھ غروب آفتاب کے وقت، علماء سیرت کے نزدیک یہ معجزہ شمس کے نام سے موسوم ہے، شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَشَمسُ الضُّحیٰ طَاعَتُک عِندَ مَغِیبِھافَمَا غربت بل وافقتک بوقفہ
اس طرح حق جل شانہ نے آپ کا صدق ظاہر فرمایااور قریش نے آپ کا صدق آنکھوں سے دیکھ لیااور کانوں سے سن لیا، مگر اپنی تکذیب اور عناد پر ڈٹے رہے اور مقابلے پر تلے رہے۔(سیرت مصطفے ﷺ ۱/۳۴۷)

تحفۂ معراج یعنی نماز کی تعلیم

جس رات حضرت نبی کریم ﷺ کو معراج کرائی گئی اس سے اگلے روز وقت زوال کے بعد حضرت جبریل امین تشریف لائے تاکہ حضرت نبی کریم ﷺ کو اوقات نماز کی تلقین کریں، نمازوں کی ہیئت کے بارے میں آپ ﷺ کو تعلیم دیں، نمازوں کی رکعت کی تعداد کے بارے میں آگاہ کریں، چنانچہ حضرت جبریل امین نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھائی۔

نماز کے لیے نمازیوں کو جمع کرنے کا طریقہ شروع میں الصلاۃ جامعہ کے عنوان سے کیا گیا، اس لیے کہ نماز سے پہلے کہی جانے والی اقامت کا مشہور اور مروجہ طریقہ تو مدینہ شریف میں شروع ہوا، لوگوں کو جمع کیا گیا، لوگ اکٹھے ہوئے، حضرت نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اس نماز کا نام نماز ظہر رکھا گیا، اس نماز کا نام ظہر اس لیے رکھا گیا کیونکہ یہ وقت ظہیرہ یعنی گرمی کی شدت یا پھر سورج کے ارتفاع کے اختتام پر پڑھی گئی تھی۔

جبریل امین نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھائی، اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، حضرت جبریل امین نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دو دن تک نماز پڑھائی، پہلے دن اول وقت میں اور دوسرے دن اخیر وقت میں، حضرت جبریل اپنا منہ باب کعبہ کے پاس موجود حجر اسود کی طرف کیے ہوئے تھے، پھر حضرت جبریل نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، اے محمد! یہ آپ کا وقت ہے اور آپ ﷺ سے پہلے حضرات انبیاء کرام کا وقت ہے، اور ان دو وقتوں کے بیچ میں جو وقت ہے۔

صبح سے ابتدا انہیں کی باوجودیکہ شب معراج کے بعد سب سے پہلی نماز فجر ہی کی تھی، کیونکہ نماز کی ادائیگی نماز کی کیفیت بیان کرنے پر موقوف تھی، یعنی پہلے نماز کا طریقہ بیان کیا جانا تھا، پھر نماز ادا ہونا تھی، جب کہ شب معراج کے بعد فجر کی نماز کی کیفیت اور طریقہ بیان نہیں کیا گیا تھا، اس لیے وہ اس وقت واجب نہیں ہوئی۔

یہ بات واضح ہے کہ موجودہ امت کو جو نماز تعلیم کی گئی ہے، اس کی ادائیگی کا جو طریقہ اس امت کو دیا گیا ہے یہ اسی کی خصوصیت ہے، پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کے لیے نماز تو تھی مگر یہ طریقہ نہیں تھا۔

یہ بات بھی روایت کی گئی ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے پڑھی تھی، جب وہ جنت سے زمین کی طرف اتارے گئے تھے، ان پر یہ دنیا تاریک ہوگئی تھی، رات چھا گئی تھی، جس سے انہیں سخت خوف وحشت کا سامنا کرنا پڑا، جب فجر پھٹی تو انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے پڑھی تھیں، تاکہ انہیں رات کی تاریکی سے نجات مل جائے، اور دن لوٹ آئے۔

یا بعض یہ کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی تو اس وقت فجر کا وقت تھا، یوں آپ نے شکرانہ کے طور پر فجر کی دو رکعتیں ادا کیں، توبہ قبول ہونے پر۔

زوال کے بعد سب سے پہلے جس نے نماز پڑھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، یہ وہ وقت تھا جب انہوں نے اپنے بیٹے کا فدیہ پیش کیا تھا، یہ ظہر کے قریب کا وقت تھا، یوں آپ نے بیٹے کا غم دور ہونے پر چار رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

یہ شکرانہ فدیہ کے اترنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا تھا، جب اللہ کی طرف سے آواز دی گئی کہ آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور یہ شکرانہ اس پر بھی تھا کہ آپ کے بیٹے نے ذبح ہونے اور اس کی مشقت برداشت کرنے پر صبر کرنے کا اظہار کیا تھا۔

اور سب سے پہلے عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں چار اندھیروں سے نجات عطا کی تھی، ان چار اندھیروں میں ایک رات کی

تاریکی کا اندھیرا تھا، ایک پانی کا اندھیرا تھا، ایک مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا تھا، اور ایک نفس کی گھٹن کا اندھیرا تھا۔

اور جس نے سب سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، پہلی رکعت میں اپنی ذات سے الوہیت کی نفی کی، دوسری رکعت میں اپنی والدہ سے الوہیت کی نفی کی، تیسری رکعت میں اللہ کی ذات کے لیے الوہیت کا اثبات کیا۔

الوہیت کا مطلب یہ ہے کہ معبود اور مستحق عبادت اللہ کی ذات ہے، میں (عیسیٰ) یا میری والدہ (مریم) الٰہ معبود اور مستحق عبادت نہیں ہیں۔

بعض حضرات یوں کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے غروب کے وقت حضرت داؤد کی مغفرت کی تھی تو اس کے بعد آپ چار رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو آپ تیسری رکعت میں تھک گئے تھے اور بیٹھ گئے، اور تیسری رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیر دیا تھا، یوں مغرب کی تین رکعتیں ہو گئیں۔

اور جس نے سب سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، جب آپ مدین سے نکلے تو راستہ بھول گئے تھے، اور آپ کو اپنی بیوی، اپنے بھائی ہاروں علیہ السلام کا غم لاحق تھا، اور اپنے دشمن فرعون کا غم اور اس کی اولاد کا بھی غم آپ پر سوار تھا، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ان سارے غموں سے نکالا تو آپ نے چار رکعت نماز پڑھی۔

اور سب سے پہلے وتر کی نماز جس نے پڑھی وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے، تفسیر التیسیر میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے آسمان کے فرشتوں کو وتر کی نماز پڑھائی تھی، جب کہ آپ ﷺ بیت المقدس میں تھے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب بھی فرشتوں کو نماز پڑھائی تھی، یوں آپ ﷺ کی فضیلت اہل زمین اور اہل آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ شب معراج میں پانچ نمازیں دو دو رکعت فرض کی گئی تھیں، پھر حضر میں چار رکعتیں زیادہ کی گئیں، یوں ظہر کی چار رکعتیں مکمل کی گئیں، سوائے جمعہ کی نماز کے، اور عصر کی چار رکعتیں کی گئیں، مغرب کی تین کی گئیں، عشاء کی چار کی گئیں اور صبح کی نماز دو رکعت ہی رہنے دی گئی۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سفر و حضر کی دو دو رکعتیں فرض کی گئی تھیں، دو رکعتیں صبح، دو ظہر، دو عصر، دو مغرب اور دو عشاء، پھر جب نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ بعد اقامت اختیار کی، بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے دس دن بعد حضر کی نماز میں دو دو رکعت میں اضافہ کیا گیا اور فجر کی نماز کو یونہی دو رکعت رہنے دیا گیا، اس میں لمبی قرأت کی وجہ سے اضافہ نہیں کیا گیا، اسی طرح مغرب کی رکعت کو بھی اسی طرح رہنے دیا گیا سوائے اس کے کہ اس میں ایک رکعت کا اضافہ کیا گیا یوں مغرب کی نماز تین رکعت ہو گئی۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ معراج کی رات میں پانچ نمازیں چار چار رکعت فرض کی گئیں، سوائے مغرب کی نماز کے، مغرب تین رکعت فرض کی گئی، اور فجر کی نماز بھی دو رکعت فرض کی گئی، اسی طرح جمعہ کی نماز بھی دو رکعت فرض کی گئی، پھر سفر کی چار رکعت فرض نماز قصر کی گئی، یہ کام ہجرت کے چوتھے سال ہوا، اور اس کی مناسبت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ بھی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُناحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلاةِ

تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرو۔

بعض حضرات دن رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت کی یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی حواس پانچ بنائے ہیں، اور انہی پانچ کی وساطت سے گناہ اور نافرمانی کے کام ہوتے ہیں، جب حواس خمسہ سے گناہوں کا صدور ہو تو ان کی معافی کے لیے پانچ وقت کی نماز عطا کر دی گئی، جیسے نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے

أَرَأَيتُم لَو كَانَ بِبَابِ أَحَدِكُم نَهرٌ يَغتَسِلُ مِنهُ فِى اليَومِ وَاللَّيلَةِ خَمسَ مَرَّاتٍ أَكَانَ ذٰلِكَ يَبقَى مِن دَرَنِهِ شَيأً قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ (فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الخَمسِ يَمحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الخَطَايَا

مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو جس میں وہ دن رات میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطائیں مٹادیتے ہیں۔

بعض حضرات پانچ نمازوں کی فرضیت کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں نیکیوں کو دگنا کرنے کے راز کا اظہار مقصود ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ جاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثالِها

جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔

پانچ کو دس سے ضرب دیں تو یہ پچاس بنتے ہیں، اور یہی وہ عدد ہے جو شب معراج میں فرض نمازوں کی تخفیف سے پہلے فرض کیا گیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ چونکہ خانہ کعبہ پانچ پہاڑوں سے بنایا گیا تھا، طور سینا، طور زیتا، جبل جودی، جبل حرا اور جبل ابو قبیس سے، اسی راز کی وجہ سے بیت اللہ الحرام کے گرد طواف کو قائم مقام نماز کے قرار دیا گیا ہے، لیکن نماز طواف سے افضل ہے، ہاں حاجی کے لیے طواف افضل ہے کیونکہ طواف کے لیے یہی جگہ مخصوص ہے، اور نماز کہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں چار عناصر کا شکرانہ ادا کرنے کے لیے، یہ چار عناصر انسان کی پیدائش سے متعلق ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے چار ارکان مقرر فرمائے ہیں، قیام، رکوع، قعود اور سجود، تاکہ ان چار عناصر کا شکرانہ ادا کیا جاسکے۔

یا اس لیے کہ مخلوق چار قسم پر ہے، ایک وہ مخلوق جو کھڑی ہے جیسے درخت، ایک وہ مخلوق ہے جو رکوع کر رہی ہے جیسے چوپائے، ایک وہ مخلوق جو بیٹھی ہوئی ہے جیسے پتھر، ایک وہ مخلوق ہے جو سجدہ ریز ہے جیسے حشرات الارض وغیرہ، تو اللہ نے چاہا کہ مخلوق میں سے ہر ایک کی دوسری مخلوق کے احوال میں موافقت اور مشاکلت ہو جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کی وضع میں سارے عالم کی جمعیت رکھ دی۔

پھر اللہ نے نماز کو دو دو، تین تین اور چار چار رکعت بنایا، تاکہ فرشتوں کے پروں کے ساتھ موافقت ہو جائے، کیونکہ اللہ نے فرشتوں کے پر بھی دو دو، تین تین اور چار چار بنائے ہیں جن سے وہ اڑ کر اللہ کی طرف پہنچتے ہیں، کسی بزرگ نے کہا کہ فجر کی نماز جسم اور روح کے عوض ہے، اور باقی چار نمازیں طبیعت، نفس، قلب اور روح کے عوض ہیں۔

حضرت سیدنا ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ

کیا پانچ نمازوں کا تذکرہ آپ کہیں قرآن کریم میں دیکھتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی

فَسُبْحانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّماواتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ

آپ فرماتے ہیں کہ حِينَ تُمسُونَ سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے، حِينَ تُصبِحُونَ سے مراد فجر کی نماز ہے، عَشِيّاً سے عصر کی نماز مراد ہے، حِينَ تُظهِرُونَ سے ظہر کی نماز مراد ہے، اور یہاں جو سُبحَانَ کا لفظ استعمال ہوا ہے تسبیح سے مراد نماز ہے۔

جیسے قرآن کریم میں تسبیح کا لفظ دوسرے مقام پر استعمال ہوا ہے، جیسے ارشاد ہے

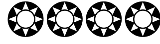
فَلَوْلا أَنَّهُ كانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ
یہاں مُسَبِّحِینَ سے مراد مُصَلِّینَ ہے یعنی نماز پڑھنے والے۔
کشاف میں ابن عباس سے منقول ہے کہ قرآن کریم میں بیان کی گئی ہر تسبیح سے مراد نماز ہے، اور نماز میں سب سے عمدہ اور اچھی بات طہارت باطنی اور قلب کی حضوری ہے۔
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (۷۸) وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا(الاسراء)
آفتاب کے ڈھلنے کے وقت (ظہر، عصر، مغرب) سے لے کر رات کے اندھیرے (عشاء) تک نمازیں پڑھا کرو، اور صبح کی نماز میں حضور قلب خوب ہوتا ہے اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھ لیا کرو، تمہارے لیے نفل ہے، عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود میں پہنچادے۔
علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ
لفظ لدلوک الشمس (آفتاب کے ڈھلنے کے وقت) میں ظہر، عصر اور مغرب نماز کے تین اوقات کی تعیین کی طرف لطیف اشارہ ہے، یہ معلوم ہے کہ دین محمدی ملت ابراہیمی کا نقش ثانی ہے، حضرت ابراہیم کے زمانہ میں آفتاب پرستی اور ستارہ پرستی عام تھی، اور جس کی رسم کہن دنیا میں آج بھی قائم ہے، اس مذہب میں آفتاب کی پرستش کے وہ اوقات تھے جن میں اس کی روشنی کا ظہور و کمال ہوتا ہے اور اسی لیے طلوع سے لے کر نصف النہار تک اس کی پرستش کی جاتی ہے۔
امت ابراہیمی نے اس کے بر خلاف اپنے لیے وہ اوقات متعین کیے جو آفتاب کے زوال کے ہیں، یعنی سورج ڈھلنے سے لے کر آفتاب کے غروب تک کہ یہ تمام اوقات اس

کے انحطاط نور اور زوال کے ہیں، افتاب کے انحطاط اور زوال کی تین منزلیں ہیں، ایک وہ جب سمت راس (سر) سے وہ ڈھلتا ہے، (یہ ظہر کا وقت ہے) اور دوسری منزل وہ ہے جب وہ برابر کی نگاہ سے نیچے اترتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے۔

اور تیسری منزل وہ ہے جب وہ سمت افق سے نیچے گر جاتا ہے اور یہ مغرب کا وقت ہے، چوتھی نماز کا وقت رات کی تاریکی کا مقرر کیا ہے، جب آفتاب کے بقیہ وجود کی سرخ نشانی جس کو عرف عام میں شفق کہتے ہیں، وہ بھی مٹ جاتی ہے۔

اور صبح کی نماز وادبار النجوم یعنی ستاروں کی روشنی کے ماند ہونے کے بعد ہے، غرض آیات بالا میں پنجگانہ نماز کی فرضیت نہایت لطیف اور خوبی سے ادا کی گئی ہے۔ (سیرت النبی)



قصیدہ بردہ اور معراج النبی

حضرت امام بوصیری رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ بردہ شریف میں رحمت دوعالم ﷺ کی معراج کا تذکرہ بھی بڑے خوبصورت اور دلکش انداز میں کیا ہے

سَرَیتَ مِن حَرَمٍ لَیلاً إِلیٰ حَرَمٍ ... کَمَا سَرَی البَدرُ فِي دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

یارسول اللہ! آپ ﷺ ایک رات میں حرم مکہ سے حرم مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے، جیسے کہ چودھویں کا چاند اندھیری رات میں چلتا ہے۔

وَبِتَّ تَرقیٰ إِلیٰ أَن نِلتَ مَنزِلَةً ... مِن قَابَ قَوسَینِ لَم تُدرَك وَلَم تُرَمِ

یارسول اللہ! آپ ﷺ نے بحالت ترقی رات گزاری، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مقام قاب قوسین تک رسائی حاصل کرلی، یہ ایسا مقام ہے جس تک کوئی نبی نہیں پہنچا اور نہ ہی کسی نے ارادہ کیا۔

وَقَدَّمَتكَ جَمِیعُ الأَنبِیَآءِ بِهَا ... وَالرُّسُلِ تَقدِیمَ مَخدُومٍ عَلیٰ خَدَمِ

یارسول اللہ! بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام نے آپ ﷺ کو اپنا مقتدیٰ و پیشوا بنایا، انبیاء اور رسل آج کی رات آپ ﷺ کی تعریف وستائش میں یوں رطب اللسان تھے جیسا کہ خادموں کی زبانیں اپنے مخدوم کی تعریف وستائش میں رطب اللسان ہوتی ہیں۔

وَأَنتَ تَختَرِقُ السَّبعَ الطِّبَاقَ بِهِم ... فِي مَوکَبٍ کُنتَ فِیهِ صَاحِبَ العَلَمِ

یارسول اللہ! آپ ﷺ نے تہ بہ تہ سات آسمانوں کو عبور کیا، اس حال میں کہ فرشتوں کا لشکر آپ ﷺ کے ساتھ تھا مگر جھنڈا آپ ﷺ کے پاس ہی تھا۔

حَتّٰی إِذَا لَم تَدَع شَأواً لِمُستَبَقٍ ... مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرقیً لِمُستَنَمِ

یارسول اللہ! آپ ﷺ بلندی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ بہت ہی قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے ایسا بلند رتبہ پالیا کہ کوئی طالب یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔

خَفَضتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالإِضَافَةِ إِذ ... نُودِيتَ بِالرَّفعِ مِثلَ المُفرَدِ العَلَمِ

یارسول اللہ !جس وقت آپ ﷺ کی ترقیاں نہایت کو پہنچ گئیں تو آپ ﷺ نے ہر صاحب مقام کو بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو اللہ تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا، جب کہ آپ ﷺ کو آواز دی گئی کہ قریب آجاؤ، یہ آواز اکیلے اور یگانہ آپ ﷺ ہی کی ترقی درجات کے لیے دی گئی تھی۔

كَيمَا تَفُوزُ بِوَصلٍ أَيَّ مُستَتَرٍ ... عَنِ العُيُونِ وَسِرٍّ أَيَّ مُكتَتَمِ

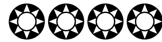
یارسول اللہ !اللہ تعالیٰ نے اسراء اور معراج کے ذریعے آپ ﷺ کو محبوب بنایا ہے، آپ ﷺ ایک بڑے راز کے ذریعے کامیاب ہوگئے، اپنے رب کا ایک خاص قرب آپ ﷺ کو حاصل ہوگیا۔

فَحُزتَ كُلَّ فَخَّارٍ غَيرَ مُشتَرَكٍ ... وَجُزتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيرَ مُزدَحَمِ

یارسول اللہ !اس مرتبے اور مقام میں اپنے رب کے پاس اترنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ایسا شرف حاصل کرلیا کہ اس میں آپ ﷺ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے، آپ ﷺ ہر ایسے مقام سے گزر گئے جس میں بہت ہی کم لوگ پہنچنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

وَجَلَّ مِقدَارُ مَا وُلِّيتَ مِن رُتَبٍ ... وَعَزَّ مِقدَارُ مَا أُولِيتَ مِن نِعَمِ

یارسول اللہ !یہ بہت ہی بڑا مرتبہ ومقام ہے جس سے آپ ﷺ کو نوازا گیا ہے، یہ اونچی شان جو آپ ﷺ کو دی گئی ہے یہ بہت ہی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔



نظر ثانی واضافہ

الحمدللہ آج بندہ نے اپنی تحریر کردہ کتاب معراج النبی ﷺ پر نظر ثانی کرلی ہے، نظر ثانی کے دوران میں نے اس میں کہیں کہیں مفید اضافے بھی کیے ہیں، کہیں کہیں سے ترمیم بھی کی ہے، کہیں کہیں سے مکررات بھی ختم کیے ہیں، اس کے باوجود چونکہ یہ ایک علم و عمل سے تہی دست و تہی دامن انسان کی تیار کردہ کاوش ہے کمی بیشی پھر بھی ہوسکتی ہے، اس لیے اہل علم و عرفاں سے درخواست ہے کہ وہ اس میں خوبیوں کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ خیال کریں اور کمی اور کوتاہی کو انسانی کوتاہی خیال کرتے ہوئے اصلاح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ساری کاوشوں، کوششوں، جدوجہد اور جانفشانیوں کو اپنی رضا کاذریعہ بنائے اور اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا حقدار ٹھہرائے اور آپ ﷺ کے دست مبارک سے بروز محشر حوض کوثر کا میٹھا اور شیریں جام نصیب فرمائے۔

خادم اسلام

محمودالرشیدحدوٹی

جامعہ رشیدیہ غوث گارڈن ۲ مناواں جی ٹی روڈ لاہور

۳۱ جنوری ۲۰۱۸ بروز بدھ، بوقت ایک بجے شب

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا مَحمُودُالرَّشِید عباسی حَدَوٹی

کی چند شاہکار تصانیف

(۱) اسلامی نظام حیات

(۲) اسلام کا معاشی نظام

(۳) اسلامی عبادات

(۴) اسلامی عقائد

(۵) تقابل ادیان

(۶) اسلام اور مسیحیت

(۷) اسلام اور یہودیت

(۸) اسلام اور ہندومت

(۹) کلام ربانی کی کرنیں

(۱۰) سفید سمندر کے ساحل تک

(۱۱) تپتے صحرا (سفر نامہ ٹمبکٹو)

(۱۲) کاروان حرمین (سفر نامہ)

(۱۳) سلگتے ریگزار (سفر نامہ نیجر)

(۱۴) دریائے نیل کے ساحل تک

(۱۵) جزیروں کے دیس میں (سفر نامہ)

(۱۶) تاریخ عزیمت

(۱۷) فضائل مصطفے ﷺ

(۱۸) کلام نبوی کی کرنیں

(۱۹) معارف الفرقان (جلد اول)

(۲۱) شاتم رسول ﷺ کی شرعی سزا

(۲۱) خطبات دعوت

(۲۲) آخری دس سورتوں کی تفسیر

(۲۳) عبرت ناک زلزلہ

(۲۴) اسلام اور عورت

(۲۵) اسلام میں عورت کا مقام

(۲۶) اسلام اور نوجوان

(۲۷) دعوت و تبلیغ

(۲۸) مطالعہ اسلام

(۲۹) اہل سنت والجماعت

(۳۰) دیوار چمن سے زنداں تک

(۳۱) گستاخ دین صحافی

(۳۲) الدرر السنیہ فی الاحادیث القدسیہ

(۳۳) حدیقۃ الحضارہ فی العربیۃ المختارہ

(۳۴) مصباح الصرف

(۳۵) مصباح النحو

(۳۶) رشوت ستانی

(۳۷) بت شکن

(۳۸)بسنت کا تہوار
(۳۹)موت کا سوداگر
(۴۰)ایمان کے ڈاکو
(۴۱)بحر ظلمات کے ساحل تک
(۴۲)اسلام اور پیغمبر اسلام
(۴۳)غازی عبد الرشید شہیدؒ
(۴۴)فضائل مسجد
(۴۵)بے غبار تحریریں (کالم)
(۴۶)مسلمان کون ہوتا ہے؟
(۴۷)امیر عزیمت کی داستان حیات
(۴۸)مولانا ایثار القاسمی شہید
(۴۹)درد دل (کالموں کا مجموعہ)
(۵۰)روزہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)
(۵۱)زکوٰۃ، صدقات، خیرات
(۵۲)حج (قرآن وسنت کی روشنی میں)
(۵۳)حج کے بعد زندگی کیسے؟
(۵۴)عورت کی حکمرانی
(۵۵)دعائے انبیاء
(۵۶)مناجات نبوی (نبوی دعائیں)
(۵۷)مطالعہ مذاہب
(۵۸)صلاۃ وسلام علی سید الانام
(۵۹)قرآن اور حاملین قرآن
(۶۰)مطالعہ قرآن (اول)
(۶۱)مطالعہ قرآن (دوم)
(۶۲)مطالعہ قرآن (سوم)
(۶۳)مطالعہ قران (پنجم)
(۶۴)مطالعہ قرآن (ششم)
(۶۵)مطالعہ قرآن (ہفتم)
(۶۶)مطالعہ قرآن (ہشتم)
(۶۷)مطالعہ قرآن (نہم)
(۶۸)حضرت سیدنا صدیق اکبر
(۶۹)حضرت سید عمر فاروق
(۷۰)حضرت سیدنا عثمان غنی
(۷۱)حضرت سیدنا علی المرتضیٰ
(۷۲)حضرت سیدنا حسین
(۷۳)حضرت سیدنا امیر معاویہ
(۷۴)نغمہ زنداں (جیل کی تقریریں)
(۷۵)معارف الحدیث (مجلدات)
(۷۶)نماز کتاب
(۷۷)فیضان حقانی (تبصرے)
(۷۸) مجلس ذکر
(۷۹)شان امت محمدی
(۸۰) نقوش (اداریے)
(۸۱) رمضان المبارک

(۸۲) قربانی
(۸۳) معراج النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
(۸۴) چہار شنبہ کی شرعی حیثیت
(۸۵) زاد محمود فی فضائل درود
(۸۶) علماء کرام کا مقام
(۸۷) بیت المقدس
(۸۸) ختم نبوت
(۸۹) زاد الصالحین
(۹۰) عربی زبان
(۹۱) ارمغان مقیم
(۹۲) سنت مصطفے صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
(۹۳) تزکیہ نفس
(۹۴) جہیز کی شرعی حیثیت
(۹۵) ذوق خطابت
(۹۶) مضامین فی سورۃ یاسین
(۹۷) ختم بخاری شریف
(۹۸) غیرت مسلم
(۹۹) فکر آخرت
(۱۰۰) مضامین بخاری